ماہنامہ
# نوائے صوفیہ انٹرنیشنل
اسلام آباد

بیاد حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

شمارہ نمبر 122 | قیمت -/45 روپے | اپریل 2015ء



محسنِ ملت حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر (مرحوم) براہ والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب


شمارہ: 122 اپریل 2015ء ہدیہ: 45 روپے


**مدیر**

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

**کمپوزکاری و ڈیزائن کاری**

تصوف فاؤنڈیشن لائبریری علی پور اسلام آباد

**اہتمام**

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

**پتہ**

A-358، سیکٹر G-6/1-1، اسلام آباد، پاکستان

**اکاؤنٹ نمبر**

چیک ڈرافٹ بنام ماہنامہ نوائے صوفیہ اکاؤنٹ نمبر 010-1773-8،

UBL سیکریٹریٹ برانچ، اسلام آباد

ای میل ایڈریس

مضامین، خبریں و خطوط بذریعہ emial بھی بھیج سکتے ہیں

nawaesufia_intl@yahoo.com

http://www.nyfpk.org/Nawa-i-eSufia.php



ادارے کا مضمون نگاروں اور نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔


ایڈیٹر اینڈ پبلشر ایم بشیر نے اعزگرافک پرنٹر، آئی نائن فور، اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ A-358، G-6/1-1، اسلام آباد سے شائع کیا۔

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماھنامہ رسالہ نور لائے صوفیہ انٹرنیشنل

# فہرست مضامین

تفکر و تذکر

# تصوف: عالمِ انسانیت کا مستقبل

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ο

’’آگاہ رہو اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔‘‘

حیات و کائنات کی حقیقت پر غور کیا جائے تو تشکیک پسند غیر اہلِ ایمان مفکر عجیب طرح کی مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر چہ عالم موجودات میں انسان کی نمایاں حیثیت عام مشاہدے کی بات ہے اور اس کے لیے اعلیٰ فکر و وجدان کی ضرورت نہیں اور محض حیاتیاتی سطح پر بھی نوعِ انسانی کے کارنامے ایسے ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ انسان نے اپنے علم اور جذبۂ تجسس و ترقی کی بنیاد پر نہ صرف دیگر تمام مخلوقات پر تسلط اور تصرف حاصل کیا ہے بلکہ کل کائنات میں اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے ہیں۔ چاند پر انسان کی چہل قدمی تو قصۂ پارینہ بن چکی، اب انسان مریخ پر انسانی کالونی بنانے کی فکر میں ہے اور اس سلسلے میں عملی قدم عنقریب اٹھایا جانے والا ہے۔ ان تمام کامیابیوں کے باوجود انسان اپنے وجود پر سے موت کا تصرف ختم کرنے میں ابھی تک ناکام رہا ہے اور شاید اس کوشش میں وہ کبھی کامیاب نہ ہو۔ چنانچہ جہاں بحیثیتِ نوعِ انسان ممکنہ کائناتی حوادث cosmic catastrophes کے وقوع پذیر ہونے کے خوف سے ایک بے یقینی کا شکار رہتا ہے اور اسے اس سے قبل کرۂ ارضی پر رونما ہونے والی قیامتوں mass extinctions کے دوبارہ پیش آنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے وہاں انفرادی سطح پر حیاتِ انسانی کے فانی ہونے کا تصور اس کے لیے سوہانِ روح بنا رہتا ہے۔ اس خوف کے ساتھ ساتھ وہ خوفِ نامعلوم بھی ہے جس کے اثر سے نکلنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں، خاص کر مابعد الموت اس کے ساتھ پیش آنے والے ممکنہ خطرات کا ادراک اس کی موجودہ زندگی کی خوشیوں کو بھی مسموم کیے رکھتا ہے۔ جو افراد اور معاشرے کسی حیات بعد الموت پر یقین نہیں رکھتے ان کی زندگیاں بھی خوف سے آزاد نہیں، کیوں کہ خود زندگی کے مسائل، مصائب اور ممکنہ حوادث ایسے ہیں جو مکمل خوشی کے حصول کے تصور کو ناممکن بناتے ہیں۔ آدمی نہ صرف قدرتی آفات اور طرح طرح کے جسمانی و ذہنی عوارض کا شکار رہتا ہے بلکہ سماجی ناانصافی، جرائم اور افراد و معاشرہ کی ہوس پرستی اور خود غرضی کے ہاتھوں بھی مسلسل دکھ اٹھاتا رہتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل ایک بے خدا معاشرے کی ہے، لیکن باخدا معاشرے کا حال ایسا نہیں۔ جو افراد خدا کے وجود اور حیات بعد الموت اور تصورِ جزا و سزا پر یقین رکھتے ہیں، ان کا طرزِ فکر و عمل بے خدا معاشرے کے افراد سے یکسر جداگانہ نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔ چونکہ وہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اس لیے اولاً حیات کو ایک بامقصد تصور کے طور پر دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں اور چونکہ موت کو وہ زندگی کا انجام نہیں سمجھتے اس لیے فنا و مرگ کے خیال سے پیدا ہونے والی ناامیدی سے بھی بچے رہتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنا کارسازِ حقیقی بھی مانتے ہیں اس لیے مصائبِ حیات کی زد میں آکر اضطراب، بے چینی اور مایوسی کا شکار نہیں ہوتے۔ ان کے پاس بدترین حالات میں بھی ایک ذہنی اور جذباتی سہارا موجود رہتا ہے اور وہ اپنی خوش قسمتی اور بدبختی کو رضائے الٰہی سمجھ کر نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں بلکہ زندگی کے مسائل و مصائب سے کامیاب و

کامران ہو کر باہر آنے کے لیے انہیں اپنے خالق و مالک کی مدد و نصرت کی بھی ہمیشہ امید رہتی ہے۔

عالم انسانیت کے فکری ارتقا اور تصور آخرت کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور تمام بڑے مذاہب عالم نے اس تصور کا اثبات کیا ہے اور اسی پر اپنی تعلیمات کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ تصور انسان کو خالق حقیقی کی عبادت اور اطاعت کے ساتھ ساتھ، جو ان کے نزدیک اصل مقصد آفرینش ہے، نیکی اور بھلائی کے کام کرنے، معاشرے میں امن و محبت اور خدمت و انسان دوستی کو فروغ دینے اور صداقت و انصاف کا بول بالا کرنے کے لیے ہر ممکن سعی و کاوش کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مذاہب انسانی کی تاریخ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ایک مخصوص مذہبی طبقے نے اپنے عقائد دوسروں پر زبردستی مسلط کرنے کے لیے تشدد اور انتہاپسندی کا راستہ اپنایا ہے اور ماضی قریب میں عالم اسلام بالخصوص اور عالم انسانیت بالعموم جن انتہاپسند رجحانات سے منفی طور پر متاثر ہو رہا ہے، اس کی نمایاں ترین مثال دہشت گردی کی وہ لہر ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ ایسی صورت حال میں تمام مذاہب و مسالک کی نظریں ایک ایسے فکر و فلسفۂ زندگی پر مرکوز ہیں جو انسانی معاشرے کو حقیقی معنوں میں امن، محبت، بھائی چارے، یگانگت، تعاون باہمی، معاشرتی انصاف اور خدمتِ خلق کے بہترین نتائج سے بہرہ اندوز کرنے کے علاوہ انسانوں کی انفرادی زندگی میں موجود اضطراب، خوف، نفرت، غصہ، ہوس پرستی، حسد، جلن، عداوت، نفاق غرض تمام منفی جذبات کا قلع قمع کر کے اسے حقیقی سکون و آشتی سے ہم کنار کر سکے۔

تصوف اسلامی ایسا ہی نظام ہے جس کی بنیاد دینِ اسلام کی روشن تعلیمات پر استوار ہے اور اس کی فکری روایات نہایت شاندار اور درخشاں رہی ہیں۔ ماضی قریب میں بین الاقوامی سطح پر تعلیماتِ تصوف کے فروغ کے لیے کوششیں ہو رہی ہیں۔ وطن عزیز پاکستان میں بھی اہل فکر و نظر تعلیماتِ تصوف کو ہی فرقہ واریت اور اس سے جنم لینے والی معاشرتی بے چینی کا واحد حل قرار دیتے ہیں اور اس فکر کی ترویج کے مختلف اداروں کا قیام اور کانفرنسوں اور سیمیناروں کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ملک میں تین تصوف یونیورسٹیوں کا قیام بھی متوقع ہے۔

اس منظر نامے میں مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے خصوصی کردار کی اہمیت زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے کیونکہ سلسلۃ الذہب صوفیہ نوربخشیہ کے مشائخ عظام نے اپنی تمام تبلیغی مساعی کی بنیاد ہی 'تعظیم لامراللہ و شفقت علی خلق اللہ' پر رکھی ہے۔ علی الخصوص سلسلۂ عالیہ کبرویہ کے بزرگوں نے عالم اسلام کے درمیان اختلافات کو ختم کر کے صحابہ و اہل بیت دونوں سے محبت کو اپنی خصوصی امتیاز بنائے رکھا ہے۔ ان تعلیمات کا نقطۂ عروج حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ، حضرت شاہ ہمدان سید علی ہمدانیؒ اور حضرت غوث المتاخرین میر سید محمد نوربخشؒ کی مساعی ہیں جنہوں نے خاتمۂ بدعت اور رفع اختلاف کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر اشاعتِ اسلام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیے رکھیں۔ ان تعلیمات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حال ہی یونیسکو نے شاہ ہمدان کانفرنس کے انعقاد اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی تصنیف 'فوائح الجمال و فواتح الجلال' کی آٹھ سو سالہ تقریبات منانے کا اہتمام کیا ہے۔

شاہ ہمدان پبلی کیشنز بھی ان بین الاقوامی کاوشوں کا ہم قدم ہو کر بزرگانِ سلسلۃ الذہب کے محبت اور اخوتِ اسلامی و انسانی پر مشتمل علمی ورثے کی اشاعت کے لیے بھی سرگرمِ عمل ہے۔ تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ سے خصوصی درخواست ہے کہ اس ادارے کو کامیاب بنانے کے لیے اس ادارے کے ساتھ خصوصی تعاون کریں۔ شاہ ہمدان پریس جدید اشاعتی سہولتوں سے لیس ہے اور اشاعت و طباعت کا اعلیٰ معیار نہایت ارزاں نرخوں پر پیش کرتا ہے۔ چنانچہ تمام اہل مسلک سے گزارش ہے کہ اپنی کتابوں، رسالوں، بروشر، پمفلٹ، کاپیوں، سٹیشنری، اشتہارات، دوائیوں کے لٹریچر، بیکری اور ریسٹورنٹس کے

ذیوں غرض ہر طرح کے مواد کی اشاعت کے لیے شاہ ہمدان پریس اور پبلی کیشنز سے رجوع کر کے اس ادارے کو کامیاب بنائیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس ادارے کی کامیابی مسلکِ صوفیہ نوربخشیہ کے روشن مستقبل کی ضمانت بنے گی۔ کیوں کہ شاہ ہمدان پبلی کیشنز کی مطبوعات جہاں صوفیہ نوربخشیہ کی نظریاتی حفاظت اور پرچار کا فریضہ انجام دیں گی بلکہ عالمی سطح پر تعلیماتِ تصوف کے فروغ کے لیے کلیدی کردار ادا کریں گی، جو ایک طرف امنِ عالم کی ضمانت بنیں گی اور دوسری طرف ایک باخدا معاشرے کی تشکیل کا فریضہ انجام دیتے ہوئے افرادِ معاشرہ کی زندگیوں کو حقیقی خوشی اور کامیابی سے ہم آہنگ کرنے کے علاوہ ان کی اخروی کامیابی اور نجاتِ سرمدی کا بھی باعث بنیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ مسلک کو نیکی کے فروغ کے لیے جہد و کاوش کی توفیق عطا فرمائے۔

**اظہارِ تعزیت:**

ادارہ نوائے صوفیہ معروف عالمِ دین، ماہرِ تعلیم اور سابق ممبر اسمبلی گلگت بلتستان جناب ابراہیم ثنائی کے برادر بزرگوار جناب غلام حسین نورانی کے ناگہانی انتقال پر ان کے لواحقین اور احباب سے تعزیت کرتا ہے۔ ان کی وفات ملتِ نوربخشیہ کا بڑا نقصان ہے۔ مرحوم ندوۂ اسلامیہ کے بانی ارکان میں سے تھے جو مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات کی اشاعت کے لیے قائم ہونے والی پہلی تنظیم تھی۔ آپ نے ندوۂ اسلامیہ کے پلیٹ فارم سے حضرت شاہ ہمداں کی حیات و تعلیمات پر مشتمل حضرت جعفر بدخشی کی مشہور کتاب 'خلاصۃ المناقب' کے اردو ترجمے کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ ترجمہ خلاصۃ المناقب کی تدوین کا کارنامہ انجام دینے کے علاوہ حضرت شاہ ہمداں کی حیات و تعلیمات پر مشتمل ایک بلند پایہ کتاب کی تالیف کرنے والی مشہور علمی شخصیت ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحب نے کیا تھا اور انہوں نے کمالِ مہربانی سے ندوۂ اسلامیہ کو اس ترجمے کی غیر مشروط اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ علاوہ ازیں مرحوم نورانی صاحب نے بعض دیگر کتب کی تیاری اور اشاعت کے لیے جناب علامہ محمد بشیر صاحب سے خصوصی معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں خصوصی جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی کرے۔

**سانحۂ ارتحال حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر:**

نوائے صوفیہ کا اداریہ لکھا جا چکا تھا اور رسالے پریس میں جانے کے قریب تھا کہ مدیر نوائے صوفیہ حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر کے انتقالِ پرملال کا واقعہ پیش آیا۔ نتیجتاً رسالہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اہلِ صوفیہ نوربخشیہ کے قلوب واذہان علامہ صاحب کی وفات سے شدید متاثر ہوئے، خاص کر اراکین نوائے صوفیہ کو اس غم سے سنبھلنے میں خاصی دیر لگی۔ ہم اراکین ادارہ نوائے صوفیہ علامہ صاحب کی وفات سے دلگیر اور اندوہگیں ضرور ہیں لیکن مایوس ہرگز نہیں۔ انشاء اللہ العزیز جس علمی انقلاب کا خواب علامہ صاحب نے دیکھا تھا وہ ضرورت شرمندۂ تعبیر ہو کر رہے گا اور رسالہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل اسی آب و تاب کے ساتھ ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ حضرت علامہ صاحب کے اہل و عیال سے اس عظیم سانحے پر تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں خاص جگہ عطا فرمائے اور آپ کے درجات تا حشر بلند فرمائے۔ آمین

اس شمارے میں موقع کی مناسبت سے علامہ صاحب کی وفات سے متعلق بعض خبریں اور مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ نوائے صوفیہ کا اگلا شمارہ انشاء اللہ العزیز 'ابوالعرفان نمبر' کے طور پر شائع ہو گا۔ حضرت علامہ کے عقیدت مندوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے رشحاتِ قلم بغرضِ اشاعت جلد از جلد روانہ فرمائیں۔ ان پیج اردو ۲۰۰۰ میں کمپوز شدہ نوائے صوفیہ کے ای میل ایڈریس پر ارسال کیے جانے والے مضامین قابلِ ترجیح ہوں گے اور اشاعت میں پہلی باری پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆☆☆

تصوف

# ایشیا صوفی کانفرنس

ذاکر حسین ذاکر

صوفی ازم Sufism ایک آفاقی طرز فکر ہے جو کم وبیش ہر مذہب میں اس مذہب کی روحانی اور معنوی پہلوؤں پر مرکوز ہوتی ہے۔ چونکہ کسی بھی مذہب کی بنیادی تعلیمات کا مدعا انسان کی فلاح و نجات کے ساتھ کائنات کی دیگر قوتوں کے ساتھ انسان کے ربط و تعلق میں انسان کی روحانی قوتوں کو فروغ دینا ہے جس کیلئے مختلف مذاہب مختلف قسم کی ریاضتیں تجویز کرتے ہیں۔ چونکہ تصوف میں انسان کو بطور خلیفہ خداوندی روئے زمین کی بہترین مخلوق تصور کی جاتی ہے اور انسان کامل کا ایک انتہائی اعلیٰ تصور پایا جاتا ہے جو دراصل وجہ تخلیق کائنات ہے۔ یوں عظمت انسانی کا تصور اور تصوف لازم وملزوم ہیں۔ اس طرح کسی بھی صوفی کا اولین مدعا انسانی وقار کا تحفظ اور اس عظمت کا حصول ہے جو اسے دیگر مخلوقات سے اعلیٰ و برتر بناتی ہے۔

دور حاضر میں مختلف فکری رجحانات میں پائے جانے والے انتہا پسندانہ عناصر اور تشدد پسندانہ رویوں نے انسانی عظمت اور وقار کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ کہیں مذہب کے نام پر انسانوں کا قتل عام ہوتا ہے تو کہیں سیاسی اور معاشی مفادات کیلئے مختلف حیلوں اور بہانوں سے انسانوں کا خون بہایا جاتا ہے اور انسانی حقوق کی پامالی کا جواز پیدا کیا جاتا ہے۔ مذہب کے نام پر انسانوں کو ذبح کرنے اور خودکش حملوں کے ذریعے معصوم انسانوں کو نشانہ بنانے کے بڑھتے ہوئے انتہا پسندانہ رجحانات جو دراصل مذہب کی روحانی پہلوؤں سے گریزاں گروہوں کی نفرت پر مبنی تعلیمات کے نتیجے میں ان کی روحانی کرب اور بے چینی کا ایک انتہائی نامعقول اظہار ہے، انسانیت اور انسانی معاشروں کے لئے ایک عذاب بنی ہوئی ہے۔

اس بے چینی، خودغرضی، مادیت پرستی، انتہا پسندی اور تشدد پسندی پر قابو پانے کا پرامن اور دیرپا طریقہ، جوابی تشدد نہیں بلکہ انسانی نفوس کا تزکیہ اور اعتدال پسند روحانی تعلیمات ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر دور حاضر میں صوفی ازم کی ترویج کو بین الاقوامی سطح پر بے پناہ پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ چونکہ صوفیائے کرام کے دروازے تمام انسانوں کیلئے کھلے ہوتے ہیں، ان کے نظریات اعتدال پسند روشن خیالی پر مبنی ہوتے ہیں، یہ مادی فوائد کے حصول میں جنگ وجدل کی بجائے اپنے نفس سے جہاد کے ذریعے اپنی خودغرضانہ خواہشات نفسانی پر قابو کرپاتے ہوئے روحانی ارتقا کا درس دیتی ہے، یوں امن عالم اور حقوق انسانی کے تحفظ کے ساتھ انسان کی روحانی ارتقاء کے لئے صوفی ازم تمام ادیان عالم کے لئے ایک قابل قبول اور مشترکہ پلیٹ فارم ہے، جہاں ہر کوئی اپنے عقائد ونظریات اور رجحانات کے تنوع کے ساتھ ایک مشترکہ انسانی ایجنڈے پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ لفظ صوفی اسلامی تصوف کے لئے مخصوص سمجھی جاتی ہے، تاہم یہ لفظ دیگر مذاہب عالم کے لئے بھی یکساں طور پر قابل قبول ہے، اور وہ انسانی حقوق اور انسانی زندگی کے تقدس کو بحال رکھتے ہوئے عظمت انسانی کی بلندیوں کو چھونے کے لئے صوفی ازم کو ایک عالمی تحریک کے طور پر متعارف کرانے میں مسلمان صوفیوں کے ساتھ کوشاں ہیں۔ یوں تو تمام سلاسل تصوف کی اپنی تنظیمیں ہیں اور کئی بین الاقوامی تنظیمیں اور ادارے بھی صوفی ازم کی ترویج کے لئے مصروف عمل ہیں۔ ایسی ہی ایک تنظیم "یونیورسل صوفی کونسل" Universal Sufi Council بھی ہے جو ایک بین الاقوامی تنظیم ہونے کے ساتھ ایک بین المذاہب تنظیم بھی ہے اس تنظیم میں مختلف اسلامی ممالک سے مختلف سلاسل تصوف کے رہنماؤں کے ساتھ دیگر مذاہب کے صوفی منش نمائندے بھی شامل ہیں۔

'یونیورسل صوفی کونسل' (USC) کے تحت ابھی تک کئی بین

الاقوامی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہو چکی ہیں۔ان کانفرنسوں کے عنوانات ہی اس تنظیم کے اغراض ومقاصد کی آئینہ دار ہیں مثلاً:

Sufism is the Essence of all Religions کے عنوان سے استنبول ترکی میں مارچ 2014ء میں منعقدہ صوفی کانفرنس،صوفی کانفرنس یورپ، جو جنوری 2015 میں نیدرلینڈ میں منعقد ہوئی اور دو روزہ ''ایشیا صوفی کانفرنس'' Sufism as a Source of Human Rights and Freedom of Speech کے عنوان سے 4, 5 مارچ 2015ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔

ادارہ''سلوک'' جو یونیورسل صوفی کونسل کی پاکستانی شاخ ہے،اور اس کے سربراہ جناب پیر مدثر نظر شاہ جو یونیورسل صوفی کونسل کے شریک چیئرمین بھی ہیں، پاکستان میں منعقدہ کانفرنس کی میزبانی کر رہے تھے۔اس کانفرنس میں ملکی اور بین الاقوامی مندوبین اور صوفی سکالرز نے شرکت کی۔

اسلام آباد کے ایک ہوٹل رمدہ میں منعقدہ اس کانفرنس میں ترکی سے سلسلہ مولویہ (منسوب بنام حضرت جلال الدین رومیؒ) کی رہنما محترمہ شیخا نور ارسلان اور ان کے رفقائے کار، شام سے ڈاکٹر عبدالعزیز آفندی جیلانی حسنی جن کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا، افغانستان سے ڈاکٹر خادم احمد حقیقی جن کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا، انڈیا سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سجادہ نشین جناب الحاج سید بلال چشتی پیر انگارہ، جرمنی سے توبنگن یونیورسٹی کے شعبہ اسلامی تاریخ و جدید ثقافت کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر ارڈل، سندھ سے صوفی یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر جناب ڈاکٹر نواز الحسن اور بلوچستان سے پیر فاضل سلطان قادری کے علاوہ کئی دیگر صوفی رہنماؤں نے مقالے پیش کئے اور اظہار خیال کیا۔

اس کانفرنس میں راقم کو سلسلہ نوربخشیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے مقالہ پیش کرنے کی دعوت ملی تھی۔ راقم کا مقالہ ''سلسلہ نوربخشیہ میں عظمت انسانی کا تصور'' Human Dignity as Presented in the Noorbakhshi Sufi Order کے عنوان سے تھا۔مقالے کا پہلا حصہ سلسلہ نوربخشیہ کے تعارف اور دوسرا حصہ نوربخشی تعلیمات میں عظمتِ انسانی کے تصور کے بارے میں تھا۔اس کانفرنس میں بین الاقوامی مندوبین کے ساتھ ملاقات سے بین الاقوامی سطح پر صوفی ازم کی ترویج کیلئے جاری کوششوں کا علم ہوا۔ کانفرنس کے ایک ایک سیشن میں نیدرلینڈ کے سفیر اور آزاد کشمیر کے صدر نے بھی شرکت کی۔صدر آزاد کشمیر نے کشمیر میں دمڑی والی سرکار کے قریب صوفی یونیورسٹی کے قیام اور کشمیر یونیورسٹی میں سید علی ہمدانیؒ چیئر کے قیام کا بھی بتایا۔اسی طرح بلوچستان سے تشریف لائے ہوئے پیر فاضل سلطان قادری نے شرکاء کو یہ خوشخبری سنائی کہ بلوچستان میں ''حق باہو اسلامک صوفی یونیورسٹی'' چالیس ایکڑ وسیع اراضی پر زیر تعمیر ہے۔ بھارت سے تشریف لائے ہوئے مندوب جناب الحاج سید بلال چشتی پیر انگارہ اور پیر سلطان دونوں نے تجویز دی کہ پاکستان میں چشتی اجمیری انٹرنیشنل صوفی یونیورسٹی اور بھارت میں داتا گنج بخشؒ یا بابا فرید الدین گنج شکرؒ صوفی یونیورسٹی بنا کر دونوں ممالک میں صوفیانہ تعلیمات کی ترویج کے ذریعے امن و آشتی اور برادرانہ تعلقات کو فروغ دیا جائے۔صوفیائے کرام ہمارے مشترکہ اثاثے ہیں۔اس موقع پر بلال چشتی صاحب نے خواجہ اجمیریؒ کے دربار سے ہر مسلک کے لوگوں کی عقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ شہنشاہ اکبر نے اس دربار پر ایک بہت بڑی دیگ بنائی ہے جس میں ایک سو بیس من چاول پک سکتا ہے۔اس دیگ کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں گوشت کے علاوہ کھانے کی ہر چیز ڈالی جاتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس دربار سے کوئی بھی خالی اور بھوکے پیٹ واپس نہ جائے۔ یوں آج بھی یہاں ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ہی دسترخوان پر ایک ساتھ کھاتے ہیں۔ جو اس انتہاپسندی کے دور میں رواداری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

صوبہ سندھ میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے دربار کے احاطے میں صوفی یونیورسٹی کے قیام کا چارٹر پہلے ہی حکومت سندھ سے منظور ہو چکا ہے اور اس کو فعال بنانے کیلئے تیزی سے کام جاری ہے۔کانفرنس میں اس بات پر اتفاق پایا گیا کہ دور حاضر کی انتہاپسندانہ

تنظیموں میں اعتدال پسندانہ شیرینیاں بھرنے کیلئے صوفیانہ تعلیمات کی ترویج نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور اس کام کیلئے سکول سطح سے لے کر یونیورسٹیوں کی سطح تک تعلیمی نصاب میں صوفیائے کرام کی اعتدال پسند اور انسانیت دوست تعلیمات کو رائج کرنے کی ضرورت ہے۔اس ضمن میں یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ چونکہ صوفی یونیورسٹیز کا مینڈیٹ ہی علمی ترقی ہے، لہٰذا دیگر اداروں کو ان کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے انہی اداروں کے پلیٹ فارم سے تمام تعلیمی درجوں کے لئے معیاری نصاب کی تشکیل پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تجویز کو سراہا گیا اور کانفرنس میں شریک صوفی یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر نے کہا کہ اس کانفرنس نے ان کا کام آسان کردیا۔ کانفرنس کے اختتام پر مندرجہ ذیل عملی نکات پر متفق ہوتے ہوئے ان کو ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا گیا۔اس قرارداد میں بھی یہ تجویز سرِفہرست رہی کہ فرقہ وارانہ انتہا پسندی اور شدت پسندی سے نمٹنے کیلئے پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں کے نصاب سے انتہا پسندانہ مواد کو ختم کرکے ان کی جگہ اعتدال پسند صوفیانہ تعلیمات کو شامل کیا جائے۔صوفی یونیورسٹیز، تنظیمیں ،ادارے ، اور صوفی سکالرز آپس میں مربوط رابطوں کے ذریعے اس ضمن میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ بین الاقوامی سطح پر قائم صوفی اداروں سے روابط بڑھاتے ہوئے تمام ممالک اپنی اپنی حدود میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کو اعتدال پسند صوفیانہ تعلیمات سے کم کرنے کی کوشش کریں اور ہر سطح پر انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

کانفرنس کے شرکاء نے مسلم ممالک خصوصاً شام ،عراق، افغانستان، اور پاکستان میں تشدد پسندوں کی کاروائیوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور داعش، بوکو حرام اور ٹی ٹی پی جیسی تشدد پسند تنظیموں کے نظریات پر سوال اٹھایا کہ آخر تصوف دشمن گروہ ہی تشدد پسندی میں کیوں ملوث ہیں؟ یا یہ کہ اس طرح کے انتہا پسند لوگ ہی تصوف کے حد درجہ مخالف کیوں ہوتے ہیں؟ ان رجحانات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ صوفی منش لوگ اعتدال پسند ہوتے ہیں، ان کے ہاں انسان کی عظمت اور انسانی حقوق کی پاسداری ہی مذہب کی مدعائے منتہٰی ہیں ، جبکہ تشدد پسندوں کے لئے نہ انسانی جانوں کی کوئی وقعت ہے نہ ہی انسانی حقوق کی پاسداری کو مذہبی فریضے کا مقام حاصل ہے۔ لہٰذا اعتدال پسند رجحانات کی فروغ کیلئے صوفیانہ تعلیمات کی ترویج انسانیت کی بہترین خدمت ہوسکتی ہیں۔ جس کیلئے حکومتوں کو ان صوفی اداروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے اور ان جیسے اداروں کے تحفظ ،فروغ اور ترقی کے لئے معروضی حالات کے مطابق مناسب قانون سازی کی ضرورت ہے۔ کانفرنس کے شرکاء نے یونیورسل صوفی کونسل کے دستیاب پلیٹ فارم کو مزید موثر بنا کر مربوط کوششوں کو آگے بڑھانے پر اتفاق کیا۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ: مراد علی نوری سے انٹرویو

لے کر نہیں لوٹایا تا ہم علامہ صاحب نے شاہ سید محمد نوربخش کے فقہ الاحوط کا دوبارہ ترجمہ پینتیس دنوں میں مکمل کر کے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔عوام نے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور علامہ صاحب کی حوصلہ افزائی کی۔ علامہ صاحب فقیرانہ طبیعت کے مالک تھے۔انہیں کسی چیز کا لالچ نہیں تھا۔ لوگوں نے ان کی ترجمہ کردہ کتابوں سے مالی فوائد حاصل کئے۔اس وقت یہ لوگ ان کتابوں کو چھاپ کر کے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

**نوائے صوفیہ:** موجودہ مذہبی حالات اور سابقہ ادوار کو دیکھ کر کیا موازنہ کریں گے؟

**نوری صاحب:** سابقہ دور میں اہل نوربخشیہ خلوص نیت سے اس کمیونٹی کے لیے کام کرتے تھے۔اس کی مثال علامہ صاحب ہیں۔انہوں نے دن رات کام کر کے اس کمیونٹی کو استحکام دیا اور دائیں اور بائیں جانے سے روک دیا ورنہ خالصہ سرکار کہہ کر بندربانٹ کر کے اس مسلک کو کافی نقصان پہنچایا۔اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لوگ باشعور ہو گئے ہیں۔تاہم اس مسلک کے مخالفین نے اس کمیونٹی کو دو دھڑوں میں تقسیم کر کے بہت نقصان پہنچایا۔عملیات میں کوئی فرق نہیں ہے، جمعہ جماعت اکٹھے پڑھتے ہیں اور دیگر مذہبی رسومات بھی اکٹھی ہوتی ہیں۔میری دعا ہے اللہ ہمیں اتحاد و اتفاق سے رہنے اور اس مسلک کی آبیاری کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور شاہ سید محمد نوربخشؒ کی کتابوں پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آخر میں ادارہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا اور اظہار رائے کا موقع دیا۔

☆☆☆☆☆

سفر آخرت

# حضرت علامہؒ کا آخری سفر
# اسلام آباد تا سیاچن

**حافظ ذاکر علی ثاقب**

دنیائے تصوف کی عظیم روحانی شخصیت، امن و آشتی کے داعی وعلمبردار، علم وعرفاں میں بحرِ بے کراں، زہد وتقویٰ، اسوہ حسنہ کا عملی تفسیر، علم وفنون میں یکتائے روزگار، قلم کاری و مقالہ نگاری میں غزالئ زمان، حق گوئی وحق پرستی میں اپنی مثال آپ، خدمت دین کے جذبات سے سرشار، عربی، فارسی، اردو، بلتی زبان کے ماہر لسانیات، خداپرستی اور محبت و عشق رسول، تعظیم وتوقیر رسول، اطاعت واتباع رسول کی لازوال دولت سے مزین ومطہر ملت اسلامیہ کا عظیم واکبر روحانی و علمی شخصیت حضرت ابو العرفان علامہ محمد بشیر سترہ مارچ ۲۰۱۵ شب کے آخری پہر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کو آج سے پینتیس سال قبل نوربخشی اکابرین نے آپ کے علمی و روحانی صلاحیتوں کے اعتراف میں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ G-7/4 اسلام آباد پاکستان میں نوربخشی فرزندان توحید کی تعلیم و تربیت، افکار ونظریات، عقائد واعمال اور ترجیحات وتعلیمات کے عظیم منصب جلیلہ پر فائز کیا جو کہ واقعتاً آپ ہی کو زیبا تھا۔ کیونکہ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کئی اعتبار سے نوربخشیوں کا ایک بہت بڑا اہم مرکز ہے۔اس کی مرکزیت وافادیت کا کل عالم نوربخشیت قائل ہے۔

چنانچہ آپ ؒگذشتہ پینتیس سالوں سے جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں بحیثیت خطیب وامام تحریراً اور تقریراً میر سید محمد نوربخشؒ اور میر سید علی ہمدانی کی آفاقی و عالمگیر افکار ونظریات، تعلیمات وترجیحات، قرآن وسنت کی روشنی میں نوربخشی فرزندان توحید کو حقیقی معنوں میں تعمیر وتربیت کرنے میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔ آپ ؒکی دعوت وارشاد کے فیض سے نہ صرف اہل اسلام آباد بلکہ تمام اہل عالم نوربخشیت بھرپور مستفیض ومستفید ہوتے رہے۔

حضرت ابوالعرفانؒ احیائے تصوف اور نوربخشیت کی بقاء و سالمیت کے باب میں ناقابل فراموش وگراں قدر خدمات سرانجام دیتے رہے۔آپ نے اسلام آباد میں منصب امامت و خطابت سنبھالنے کے فوراً بعد انجمن محمدیہ بلتستانیہ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ کے تعاون وتوسط سے نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کا اجراء فرمایا۔ یہ آپ ہی کا صدقہ و برکت ہے کہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل عالم نوربخشیت کا واحد نمائندہ ماہنامہ رسالہ وجریدہ ہے۔ جس کی بدولت آج الحمد اللہ نوربخشی نوجوانوں کو فکر نوربخشیات وہمدانیات سمجھنے میں اور عقائد واعمال کو تحقیق وتجدید کرنے میں خوب مدد مل رہی ہے جو کہ ایک نہایت ہی حوصلہ افزاء اور خوش آئند بات ہے۔

حضرت ابوالعرفانؒ نے بذریعہ نوائے صوفیہ حدود اللہ کی پاسداری و پابندی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اطاعت واتباع رسول، عشق ومحبت رسول، ادب احترام رسول خاص طور پہ نوربخشی نظریاتی حدود کی پاسبانی ونگہبانی، اصلاح معاشرہ، فقہی مسائل "مجموعہ شریعت محمدیہ" تزکیہ وتصفیۂ نفس مؤدت اہل بیت، تعظیم وتوقیر صحابہؓ امہات المؤمنین نوربخشی اقدار وآثار جیسے اہم نادر عنوانات کو موضوع بحث بناتے ہوئے نوربخشی عقائد واعمال کا حقیقی پاسبان وپاسدار ہونے کی زندہ مثال قائم کی جس کا اعتراف ہر کس وناکس نے کیا۔

غوث المتاخرین میر سید محمد نوربخش کے شہرہ آفاق تصانیف میں سے الفقہ الاحوط (عربی)، الاصول الاعتقادیہ (عربی)، حضرت میر سید علی ہمدانیؒ سے منسوب (مجموعۂ اعمال) الدعوات الصوفیہ کا اردو ترجمہ، کلاس دوئم سے پنجم کے اسلامیات کے نصابی کتب، حل العقدین

وغیرہ اسلام آباد منتقل ہونے سے پہلے کی علمی وفلاحی خدمات وکارنامے تھے۔

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ آپ کی علمی وروحانی فہم ودانش کمال درجے کی فقہی بصیرت بے لوث دینی خدمات زہد وتقویٰ، خداپرستی کی بدولت اسلام آباد جامع مسجد پاکستان کے دیگر تمام مساجد و مراکز کی نسبت قابل رشک پرامن اخوت و بھائی چارگی، باہمی صلاح و مشورے میں دیگر تمام مراکز کے لیے قابل تقلید ہے۔ اور یہی چیزیں ہر دور کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت ہیں۔ یہ سب کچھ حضرت ابو العرفانؒ کی احسن طرز وتبلیغ اور شرافت واخلاقیات کا ثمر ہے۔

بیسوی صدی کے نابغہ عصر حضرت ابو العرفان علامہ محمد بشیرؒ کی رحلت کی خبر شرقاً غرباً، شمالاً جنوباً، جنگل میں آگ کی طرح بذریعہ ایس ایم ایس موبائل فون پھیل گئی۔ نتیجہ ہر طرف سے عقیدت مندوں کا جوق درجوق بغرض تعزیت ونماز جنازہ میں شرکت، تجہیز وتکفین کے کارخیر میں شریک ہوکر سعادت اور آخری زیارت کے لیے (قیام گاہ) اور جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد پہنچنا شروع ہوگئے۔ واہ کینٹ، ٹیکسلا، چکری روڈ، کری روڈ، راولپنڈی، اسلام آباد، علی پور اور گردو نواح کی مسافت سے جامع مسجد میں حاضر انتظامیہ کے موبائل فون پر یکے بعد دیگرے کالز اور ایس ایم ایس آنے لگے۔ ہر کالر کا ایک ہی سوال تھا کہ حضرت ابو العرفانؒ کی نماز جنازہ کا وقت بتائیں۔ تیزی سے غیر متعین حد تک شرکاء نے نماز جنازہ کی کالز اور ایس ایم ایس نے منتظمین کو تین دفعہ (۸ بجے، ۹ بجے پھر ۹:۴۵ بجے) ٹائم ٹیبل پر نظر ثانی کرنا پڑی تاکہ اس عظیم ہستی کی نماز جنازہ کی سعادت سے کوئی محروم نہ رہے بالآخر باہمی مشاورت سے تقریباً ۹:۴۵ پر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کی امامت کی وسعادت مولانا محمد ابراہیم بیگ نائب امام جامع مسجد ہٰذا کو نصیب ہوئی۔

ساتھ ساتھ انجمن جامع مسجد ہٰذا اور عمائدین ملت نوربخشیہ مقیم اسلام آباد پنڈی نے ایک ہنگامی اجلاس بلا کر مولانا مراد علی نوری صاحب کے روبرو صدر انجمن جناب حاجی قاچو محمد امین کی صدارت میں دو اہم موضوعات پر بات چیت کی۔

۱۔ حضرت ابو العرفان کے فرزند ارجمند و دیگر لواحقین کی رضامندی کو شامل حال رکھتے ہوئے حضرت کے جسد خاکی کو اسلام آباد مدفون کرنے کی بجائے آبائی گاؤں براہ گنگ چھے کو آخری آرام گاہ زیادہ مناسب قرار دیا تاکہ دامن کوہ اسلام آباد سے سیاچن کی چوٹیوں تک رہائش پذیر احباب واقارب اور عقیدت مندوں کو آپ کی آخری زیارت نصیب ہو۔ بحیثیت بشر آپ کی بخشش، مغفرت اور بلند درجات کا سامان بنے تاہنا یہاں کی نسبت وہاں زائرین اور فاتحہ خوانی کے لیے آنے والے بہت زیادہ ہوں گے۔

۲۔ حضرت ابو العرفان کو آخری آرام گاہ تک بطریق احسن پہنچانے کے لیے عمائدین نوربخشیہ اسلام آباد پنڈی نے مولانا محمد انور تھلوی صاحب، معتمد خاص حضرت ابو العرفان اور راقم الحروف کو باضابطہ حکم دیا ساتھ ہی صدر انجمن نے علی پور انجمن، واہ کینٹ انجمن اور چکری انجمن کے لیے بھی حضرت کی میت کے ساتھ جانے والوں کے لیے ایک ایک سیٹ دینے کا اعلان کیا۔

ہنگامی بنیادوں پر کیے گئے ان فیصلوں کو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے نوربخشی اکابرین وعمائدین نے بہت سراہا۔ واقعتاً یہ دو یا تین اہم فیصلے پر اسلام آباد پنڈی میں مقیم نوربخشی زعماء صدہا آفرین کے مستحق ہیں۔ مزید برآں یہ سعادت وشرف بھی انجمن جامع ہٰذا کو حاصل ہے کہ حضرت ابو العرفان کی طویل علالت میں علاج ومعالجہ کے سلسلے میں جس حسن تدبیر سے حضرتؒ کے صحت وآرام کا اہتمام کیا گیا۔ عالم نوربخشیت میں مثالی ہے۔ آپ کے مسلک حقہ پر احسانات وخدمات کے لئے معاوضہ سمندر اور قطرے کی مثال ہے۔ تاہم ملی اقتصادی بساط وطاقت کے ضمن میں تمام انجمن، تنظیمیں، فاؤنڈیشن وفیڈریشن کے لیے اور ماموم ومعتقدین کے لیے مشعل راہ ہے۔ حضرت کے ایام علالت میں یوں تو اس باب میں بے شمار نوربخشی مخیر حضرات، NYF کے نوجوان، جس میں سیاستدان، بیوروکریٹس، آفیسرز، ورکرز خوش بختی اور مبارک بادی کے مستحق ہیں۔ تاہم چند خوش

نصیبوں کا کا کردار انتہائی بے مثال اور بے نظیر ہے۔ اگر ملت نوربخشیہ ان کے شکرگزار نہ ہوں تو یہ بہت بڑا بخل اور ناشکری ہوگی۔ ان سعادت مندوں میں جناب غلام حسن شگری صاحب، جناب مولانا ابراہیم بیگ، محمد علی صاحب، رسول کریمی صاحب، مولانا انور علی تھلوی صاحب، جی ایچ معروفی صاحب، سلیم تصوفی صاحب، جناب چچا مہدی، جناب غلام محمد حسن آباد اور مہدی براہوی اور بشیر ستوروی وغیرہ شامل ہیں۔

۱۸ مارچ کی صبح ہزاروں عقیدت مندوں نے پرنم آنکھوں کے ساتھ ۱۰ بجے آپ کے جنازے کو بلتستان روانہ کرنے کے لیے اُٹھایا تو ایک طرف گذشتہ ۴۰ سالوں سے اسلام آباد پنڈی میں مستقل آباد و مقیم مستورات حضرت کے ہجر و فراق میں رو رو کر بے حال تھیں۔ دوسری طرف میت کو سر پر اٹھائے بزرگ و نوجوان آہیں بھر بھر کے سسکیاں لے رہے تھے۔ بلکہ رنگ و بو شاہد ہے کہ ہر طرف، ہر سو، ہر شخص غم زدہ قانون قدرت پر لب خاموش کے ساتھ آنکھوں سے ابر نیساں کی مانند آنسو بہاتے ہوئے اپنے محبوب روحانی استاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ رہے تھے۔ بلکہ مشاہدے میں یہ بات بھی آئی کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے اذہان وقلوب پر آپ کی محبت والفت، عقیدت و احترام کے اس قدر گہرا نقوش ثبت ہو چکے تھے کہ بعض نوجوان اپنے حال سے بے خبر ہو کر غم کے سمندر میں ڈوب گئے تھے۔

اسلام آباد سے روانگی سے قبل سفر کے لیے جناب DIG اشرف صاحب سے رابطہ کر کے حضرتؒ کی میت کو بغیر کانوائی جلد از جلد سکردو پہنچانے کا اہتمام کیا تھا۔ واقعتاً اکابرین کی کوششوں اور قوم کی دعاؤں کی بدولت بغیر کسی پریشانی و دشواری یہ سفر طے ہوا۔ 18 مارچ بروز بدھ ادھر گنگ چھے میں سپریم علماء کونسل صوفیہ نوربخشیہ اور NYF کے مرکزی رہنماؤں نے DC گنگ چھے سے ملاقات کر کے حضرت کی علمی وادبی صلاحیتوں اور خدمات کے اعتراف میں 19 مار چ 2015 بروز جمعرات کو (بسلسلہ وفات حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیرؒ) عام تعطیل کا اعلان کیا۔ مقامی اور قومی تمام اخبارات میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات و تنظیمات نے حضرت کی وفات کو ایک بہت بڑا سانحہ قرار دیتے ہوئے امت مسلمہ کے لیے ایک ناقابل ازالہ نقصان قرار دیا۔ اور عالم نوربخشیت جہاں بھی آباد و مقیم ہیں ان ممالک اور شہروں میں حضرت کی ایصال وثواب اور بلند درجات کے لیے قرآن خوانی، تعزیتی اجلاس وغیرہ اخبارات کی زینت بنے ہوئے تھے۔

تقریباً ۱۱:۴۵ بجے گاڑی دامن کوہ اسلام آباد سے دامن سیاچن بلتستان کی طرف شمس العلماء، مخزن العلماء، استاد العلماء حضرت ابوالعرفان کا جسد خاکی روانہ ہوا۔ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر جناب مولانا انور علی تھلوی صاحب تشریف فرما تھے۔ پچھلی سیٹوں پر حضرت مرحوم کی فیملی ممبرز کے علاوہ جناب مولانا غلام حسین سیف اللہ خطیب و امام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ علی پور اسلام آباد نمائندہ برائے علی پور انجمن، سلیم تصوفی صاحب نمائندہ NYF، جناب چچا مہدی تھلوی رفیق خاص حضرت ابوالعرفان براجمان تھے۔ دعائیہ کلمات، درود و پاک کے ورد کے ساتھ سفر کا آغاز ہوا۔ حاجی نثار چوہان کی دلچسپی اور اصرار پر اور انجینئر غلام عباس صاحب کے اہتمام پر مولانا انور تھلوی صاحب نے واہ کینٹ منتظر احباب کو فاتحہ و تعزیت پرسی سے مشرف کرنے کے لیے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ صدیقی صاحب کی قیادت میں بے شمار نوجوانوں واہ کینٹ میں حضرت کی زیارت کے لیے بے تاب تھے۔ آپ کی ایصال وثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی۔ مزید ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ظہرانے کے لیے رکی اور نماز ظہر ادا کی، طعام کے بعد بالاتفاق نماز عصر بھی ادا ہو گئی۔

دوران سفر ہر حال موبائل کو پاکستان اور بیرون پاکستان سے کالیں آنی شروع ہوئی۔ خاص طور پر سلیم تصوفی اور چچا مہدی کے لیے ہر طرف سے ہر جانے پہچانے والے رابطہ کر رہے تھے۔ تاہم ہر کال کرنے والے کا تقریباً ایک ہی نوعیت کا سوال تھا کہ کہاں پہنچے ہو؟ سکردو کب پہنچ رہے ہو؟ نماز جنازہ کا ٹائم کیا ہے؟ وغیرہ۔ ان سوالوں کا جواب دینے میں سلیم تصوفی اور مہدی تصوفی کو کوئی دشواری نہیں

تھی۔ بلکہ تمام کارڈ ہولڈرز کو نماز جنازہ میں بھر پور شرکت، تلقین زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اطلاع کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ بلکہ تصوفی صاحبان بذریعہ موبائل اپنے ہر سننے والے کو حضرت کی علمی و مذہبی خدمات اور مسلک حقہ کی ترقی وترویج میں آپؒ کے مثالی کردار کا ذکر کرتے ہوئے ہر ایک کو استقبال کے لیے سکردو تک آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ یوں تو مولانا سیف اللہ بھی ایک مذہبی اور عصر حاضر سے باخبر شخصیت ہونے کے ناطے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب آپ سے رابطے میں تھے۔ بحمد اللہ تعالیٰ دو دن کا طویل سفر بخیر وعافیت منزل بہ منزل طے کر رہے تھے۔ تاہم ایک بات حقیر کو تشویش میں ڈال رہی تھی وہ یہ کہ اہل گلگت مجھ سے رابطے میں تھے۔ اوران کا حضرت کے ساتھ محبت وجنون بھی قابل رشک تھا۔ لیکن گاڑی کی رفتار، مسافت اور منزل مقصود پر غور کرنے کے بعد اہل گلگت کے لیے جنازے کے لیے جگلوٹ یا عالم برج پہنچ جانا بہت مشکل تھا لیکن ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ بغیر کسی پروگرام غیر متوقع اڑھائی تین گھنٹے کوہستان علاقے میں آرام کرنا ہی پڑا۔ نتیجتاً گاڑی کو ۲ سے ۳ بجے عالم برج کراس کرنا تھا۔ گاڑی تقریباً ۷ بجے جگلوٹ پہنچی۔ جگلوٹ میں مولانا شکور علی انور صاحب خطیب وامام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت، سابق وزیر محمد جعفر صاحب، سابق وزیر بلدیہ انجینیر محمد اسماعیل صاحب، صوفی عبدالرحمٰن صاحب، ایوب شگری صاحب، سیٹ قربان صاحب اور متعدد نوجوانان ملت بمعہ ناشتہ حضرت کی خدمت کے لئے شدومد سے منتظر تھے۔ ہر آنکھ پرنم تمام چہرے مرجھائے ہوئے حضرت کی آخری زیارت اور جنازے کے لیے باوضو تھے۔ مولانا شکور علی انور صاحب کو نماز جنازہ کی امامت نصیب ہوئی۔

مولانا انور تھلوی صاحب نے آغاز سفر سے ہی ہر نماز اور ہر بڑے اسٹیشن کے بعد اوراد عصریہ، اوراد فتحیہ، اوراد صبحیہ اور فاتحہ خوانی مناسب وقت معمول بنایا تھا۔ آپ کی بھاری لیکن پرکیف و پرسوز آواز میں سلیم تصوفی کی سریلی ومنفرد آواز اور مولانا سیف اللہ صاحب کی سوز وساز وترنم والی آواز کی باالجماعت ادائیگی سے (چہاردہ معصومین کے نام) گاڑی میں سوار چودہ سوگواراں میں ہر مرد وزن آبدیدہ تھے تاہم مہدی تصوفی صاحب اپنے حال میں مگن تھے۔ یہ ایک معتبر خبر تھی کہ جگلوٹ کے بعد ڈامبوداس تک نیٹ ورک نے خاموش رہنا ہے۔ چنانچہ گاڑی میں سوار ہر صاحب موبائل نے مقبون شغرن کراس ہونے سے پہلے پہلے اسکردو، خپلو، براہ وغیرہ کے لیے شیڈول دیا۔ اگرچہ شیڈول میں یکسانیت نہیں تھی کیونکہ ہمارے امیر میلرز گلگت اسکردو روڈ کی اعراب سے بے خبر تھے۔ تقریباً ۱۲:۴۵ پر گاڑی نے بغرض چائے پانی ستک نالا ہوٹل پر وقفہ کیا۔ ٹھہرانے کے بعد اور کچھ نے ٹھہرانے سے قبل نماز ظہر ادا کی۔ کیونکہ اسکردو پہنچ کر شور غل میں نماز اور کھانے کے لیے وقت نکالنا مشکل تھا۔ ستک نالا سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سفر کے بعد ڈامبوداس پہنچتے ہی موبائل نے سگنل پکڑلیا۔ چنانچہ شیڈول دینے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ ڈامبوداس تقریباً ایک گھنٹہ کی سفر پر آمنہ باجی سابق ممبر کونسل GB حضرت کی فیملی ممبرز خواتین کو لینے کے لیے اور اظہار ہمدردی کے لیے بشو پہنچے ہوئے تھے۔ بشو میں حاجی منشی صاحب بھی تشریف رکھے ہوئے تھے۔ باہمی مشاورت سے بچورا پل سے سکردو رابطہ کر کے احباب سے گزارش کی کہ سکردو میں ہمارے کوئی چائے کھانے کا انتظام نہ کیا جائے بلکہ حتی المقدور کوشش کریں کہ جلد از جلد جنازے کو اول وقت میں ادا کر کے فوری طور گنگ چھے کے لیے روانہ کرنے کا انتظام کیا جائے۔ سکردو انتظامیہ نے حسب استدعا قابل تعریف انتظام کر رکھا تھا۔

ملت نوربخشیہ کے ہر دل عزیز عالم حضرت علامہ محمد بشیر کا جسد خاکی جب سرزمین سکردو پہنچا تو کیڈٹ کالج کی اُترائی کے بعد چڑھائی ختم ہوتے ہی آری چیک پوسٹ پر درجنوں گاڑیوں کے ساتھ جناب غلام علی حیدری صاحب، جناب ابراہیم ثنائی صاحب، جناب سلطان علی خان صاحب، جناب میجر امین صاحب اور سکردو میں بے شمار مقیم عمائدین نوربخشیہ حضرت کے تابوت کو کندھا دینے کے لیے بے چین تھے۔ اس وقت سکردو کا ماحول بہت ہی پر آشوب اور غم زدہ تھا۔

باقی صفحہ نمبر 20 پر

سانحہ ارتحال

# سانحہ ارتحال حضرت ابوالعرفانؒ

مولانا محسن علی ساقی، سرموی

سانحہ ارتحال حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر براہ والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

دار فانی سے کوچ کرنے، عالم کے فنا ہونے اور اس کی بے ثباتی کا پیغام دینے اور آخری زندگی کو ابدی اور دائمی زندگی قرار دینے کی محنت و لگن بقول قرار میں تکیہ کلام کی حد تک بار بار زبان پر لاتے ہوئے، اس کائنات کی ظاہری زندگی کو خیر باد کہتے ہوئے، ہزاروں سوگواروں کو داغ مفارقت دے کر عصر حاضر کے عالم بے بدل، صوفی ومفتی، مفکر ومجدد، محقق ومجتہد، مدبر ومتذکر، منصف وقاضی، رہبرو شریعت راہ طریقت، سالک معرفت، عارف حقیقت، مؤسس ندوۃ اسلامیہ نوربخشیہ رجسٹرڈ، سرمیت سپریم کونسل علمائے صوفیہ نوربخشیہ، بانی و مدیر نوائے صوفیہ انٹرنیشنل، خطیب وامام خانقاہ وجامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد، عالم اسلام کے بطل جلیل صوفی، درویش صفت نفس، مقام استغنی وتوکل کے شہسوار، عالمگیریت و آفاقی علمی جاہ ومنصب کے رجال، منکسر معتدل الخیال، روشن فکر، حکیمانہ ابلاغ وبیان کے مقرر، علمی وادبی شخصیت، ماہر لسانیات اردو، عربی، فارسی، بلتی، خاموش طبیعت کے مالک، کم گوئی میں گوہر نایاب کے موتی، رمز شریعت، پاسبان شریعت، شریعت محمدیہ کے فقیہ، مجدد وقت، غزالی زمان، تبحر علمی میں بے نظیر وبے مثال، موقع شناس، ذوات انبیاء واولیاء وائمہ کے ترجمان، محقق تصوف وعرفان، صدر باب العرفان، محتسب شریعت محمدیہؐ، مدرس ومعلم ومقرر، کامل کے رہنما، ناقصاں کے رہبر، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر، تعلیمات تصوف وطریقت کے امیر وکبیر، تشخص و احیائے تصوف کے علمبردار، دائرہ کون ومکان کے ناظر، دبستان فقہ الاحوط، اصول الاعتقادیہ اور ذوات صوفیہ کے مترجم، قاطع بدعت، رہبر شریعت حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر براہ والے مورخہ سترہ مارچ کی شب گیارہ بجے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ موت العالم موت العالم کے مصداق آپ کی موت کی جانکاہ اور پرسوز خبر نے ملک پاکستان میں مقیم تمام اہل دلان صوفیہ نوربخشیہ کو بے چین اور مضطرب کر دیا۔ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر پھیلی اور رات گئے تک لوگ ایک دوسرے کو اس خبر فاجعہ سے مطلع کرتے رہے۔ اسلام آباد میں اہل نوربخشیہ نے اپنے تمام تر مشاغل ترک کر کے اُن کی تجہیز وتکفین اور دیگر نظامات اور آخری دیدار کے لئے کشاں کشاں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا۔ انجمن محمدیہ بلتستانیہ اسلام آباد نے تمام نظامت بھرپور ادا کر دی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ رات کے آخری پہر میں یاد الٰہی میں مستغرق رہتے قرب الٰہی کے ثمرات سمیٹتے اور رحمت الٰہی سے فیضیاب ہونے کے لئے خلوت غار حرا سنت کے احیاء اہتمام سے قیام فرماتے۔ راقم نے ایک بار قبلہؒ سے ترجمۃ القرآن کے لئے استدعا کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے لئے رات کا آخری پہر درکار ہوتا ہے اور کسی غیبی اشارے اور مدد اور کشف سے یہ امر بخوبی انجام دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید کے 6 ابتدائی سپاروں کے ترجمے کئے اور یہ کام رات کے آخری پہر میں انجام دیے۔ اُن کے ایک قریبی رشتہ دار غلام مہدی کے بقول آپ سیر استراحت سے رات کے آخری پہر میں اُٹھتے اور وضو کرنے کے بعد گھٹنوں کھڑے گھر کے صحن میں موجود صندوق پر مستغرق قرآن شریف رکھ کر بغیر کسی لغت وڈکشنری کے ترجمے فرماتے چلے جاتے اور بتایا جاتا ہے کہ قلم روانی میں آنے

کے بعد نہیں رُکتا تھا۔

اگر ہے ذوق تو خلوت میں پڑھ زبور عجم
فغان نیم شبی بے نوائے راز نہیں

ہست قرآن دربیان میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ حضرت علامہ اقبال نے جس طرح اپنے مرشد حضرت رومی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف کو فارسی زبان میں قرآن قرار دیا اس طرح شعر مذکورہ کے مصداق آپ نے دستور عجم میں قرآن وسنت کے احیاء اور شریعت محمدیہ کے اجراء کے لئے ایک عجمی صوفی ووارث انبیاء واولیاء حضرت میر سید محمد نوربخش کی تصنیف الفقہ الاحوط کو اس مقام پر زبور عجم قرار دیا ہے اور وہ حضرت علامہ ابوالعرفان محمد بشیر براہ والے اس راہ کے راہی تھے۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے کے مترادف، آپ نے اپنی پوری حیات مجموعۂ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کے ترجمہ وتشریح اور تبلیغ اور ان کی توضیح میں گزاری اور کسی مخصوص خلوت کا دل میں جاگزین ہونے کی بجائے اپنے قیام گاہ میں قائم اللیل ہو کر اس دائم الوضو کے مشن کی بجا آوری کی یہی وجہ تھی کہ آپ کا اپنا آخری وقت اسی میں مخصوص ہوا اور داعی اجل کو رات کے آخری پہر میں فغان نیم شبی کے لمحات کا نظارہ پیش کرتے ہوئے رحمان بحق ہوئے۔

**ابوالعرفان صدر باب العرفان:**

یوں تو آپ کی کنیت میں ابوالعرفان کا لفظ اپنے فرزند ارجمند الفواد اور قرۃ العین محمد عرفان کے نام کی نسبت خصوصی کی وجہ سے ہے۔ تاہم اس لفظ کے معانی ومعارف پر غور کیا جائے تو یہ راز وا گذار ہوتا ہے کہ آپ نے بیسویں صدی میں مسلک صوفیہ نوربخشیہ پر علم وعرفان کا باب کھولا۔ آپ نے تبحر علمی کے ساتھ ہر سطح کے لوگوں کو مسلکاً اور مذہبی علوم کو آسان فہم بنانے کے لئے مرکزی نوعیت کی تین اہم کتب کا ترجمہ فرمایا۔ جس کے باعث نوربخشیوں کے ایمان ایقان اور عرفان کو چار چاند لگ گئے۔

**کتب صوفیہ نوربخشیہ کے مترجم یعنی ترجمان حقیقی:**

دعوات صوفیہ:۔ معاذن کا مجموعہ اور آثار حضرت امیر کبیر شاہ ہمدان سید علی ہمدانیؒ میں شامل ہونے کے ناطے اس کتاب کی اہمیت نوربخشی عوام میں غیر معمولی تھی روز مرہ کے جملہ معمولات اور انسانی ضرورت (ولادت تا وفات کے ابتدائی شرعی مسائل) عبادات وریاضت کے جملے وظائف کے لئے عوام الناس اور اخوند طبقہ اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ لیکن اس کتاب کے متن فارسی زبان میں ہونے کی بناء پر ہر ایک کی دسترس سے باہر تھی آپ کی مساعی جمیلہ سے یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہوئی اور الندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ کے مقتدر علماء کرام کی محنت ولگن سے ترجمہ ہو کر ہر خاص وعام کے لئے آسان اور قابل فہم بن گئی۔ بعد ازاں سید محمد خورشید عالم نے اس اردو کی سلیس اردو بنانے کی کوشش کی لیکن آپ کی اعلیٰ ظرفی کا یہ مقام تھا کہ اس کے خلاف کسی قسم کے اعتراض وقانونی حق کے لئے آواز بلند نہیں کی تاہم غیر مسلکی مسائل کو جگہ دیئے جانے پر اُن کے خلاف دیگر علماء کرام کے حامی رہے اور اپنے مذہب کو چھوڑ مت دوسروں کے مذہب کو چھیڑ مت کے سنہرے اصول پر کاربند رہے۔

**الفقہ الاحوط:**

مجموعہ شریعت محمدیہ اور اہل تصوف کا واحد فقہی دبستان الفقہ احوط مصنف حضرت میر محمد نوربخش قہستانی رحمتہ اللہ کے ترجمہ کے کئی مراحل سے گزرے درمیان میں ایک بار یہ ترجمہ بڑپ بھی ہوا لیکن عزم بالجزم کے ساتھ دوبارہ ترجمہ کے لئے مستعد ہوئے اور مختصر وقت میں ترجمہ کو اردو زبان میں مکمل کر کے قابل اشاعت بنایا۔ اس ترجمہ کے منظر عام پر آنے کے بعد نوربخشی عوام میں اصل تعلیمات تصوف اور یگانوں کی نفاق کے گوشے کھلے اور شعور بیداری کا ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا ان کی کاوش کو متنازعہ بنانے کے مختلف حیلے اور حربے بھی بنائے گئے۔ لیکن ہر تحریک ریت کی دیوار ثابت ہوئی اور ناپائیدار ہو کر اپنی موت خود مر گئی۔

علم وشعور کے فروغ کے ساتھ فقہ احوط کے ترجمہ کو غیر معمولی پذیرائی ملی ان کی علمی جاہ وحشمت کا اعتراف ایک اہم ترین قومی وملی ضرورت پوری ہوئی اور ایک ادنیٰ سا پرائمری پاس طالبعلم بھی اپنے

دین کی معرفت لینے کے لئے فقہ احوط کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تشخص ابھرتا گیا جداگانہ حیثیت کو تقویت، انفرادیت ملی۔ ہر طرف اعتدال فقہ کی شہرت ہوئی علماء وفقہاء اور دین کے علم وفہم رکھنے والوں کے لئے ایک اہم دستاویز بن گئی۔ تقاوت قاوت اور اسلام کے قانون عدل کے نفاذ میں سنگ میل ثابت ہوا رفتہ رفتہ وہ تمام باتیں ختم ہوگئیں جن کی بناء پر یہ صوفیانہ کتب فکر کسی کی براتِ قرار دینے کی کاوش ہو رہی تھی بلکہ ایک انقلابی آئین کی حیثیت اختیار کرگیا اور حقیقت ہے کہ دیگر کتب اسلاف کے ترجمہ کے لئے بھی بنیاد بن گئی۔ فقہ الاحوط کی تفہیم میں مبہم اور غیر واضح خیالات کی بیخ کنی ہوئی۔ معاش ومعاد کے مسائل خود سے حل ہونا شروع ہوئے ۔اور مسلک کی ڈوبتی ہوئی ناؤ ساحل مُراد تک پہنچی۔ آپ کی ذات ناخدا ثابت ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپ کی المناک موت پر ایک نوجوان کپتان فوجی آفیسر نے اپنے تاثرات کا اس طرح بیان دے کر اپنے جذبات کی ترجمانی کی۔

Allama Basheer was the only great scholar of Sufia Noorbakshia in present era, who sailed the boat of this sect by using his unflinishing pen and untiring efforts with sincerity and pain.He showed us own identity. His loss is irreparable for us. The need of the hour is to remain steaddfast and through the vision of Abul irfan .May allah bless him highest pedestal in Jannnah .Ameen.

اصول الاعتقادیہ:

ایمانیات کے باب میں میر سید محمد نوربخش ؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''اصول اعتقادیہ'' ہے۔ یہ کتاب نہ صرف عربی زبان میں تھی بلکہ علم الکلام پر مبنی ہونے کے باعث فاضل علما کے فہم وادراک کے لئے بھی آسان نہیں تھی۔ جس طرح عبادات واحکامات کے مسائل میں الفقہ احوط کو بنیادی مقام حاصل ہے اسی طرح یہ کتاب اپنی ضخامت میں کم ہونے کے باوجود دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ایمانیات کے لئے خشت اول کی حیثیت رکھتی تھی۔

علمائے صوفیہ نوربخشیہ کی تنظیم:

''الندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ رجسٹرڈ'' کے زیر اہتمام آپ نے اس کا اردو ترجمہ بھی مکمل کیا اور علماء وفضلا کے لئے نہایت آسانی پیدا ہوئی ۔اور عوام الناس میں قدرے مقبول ہوئی۔ تاہم علماء واہل دانش کے نزدیک یہ نہایت مقبول کتاب بنی۔ اس کی عبارات وغیرہ کی درستگی اور زیادہ معیاری بنانے میں حضرت علامہ مفتی علی محمد ہادی شگری صاحب نے بھی اپنا کردار ادا کیا اور عہد حاضر میں فارسی، عربی، اردو کے ساتھ چھپ کر منظر عام پر ایک خوبصورت جلد میں آگئی ہے۔ مولانا غلام حسن حسنو نے اس ضمن میں خوب محنت کی۔

حل العقدین:

نکاح خوانی کے امور میں پیش آنے والے دینی مسائل سے آشنا کرنے اور صیغۂ نکاح کے اجراء میں درست مخارج وصیغ کا خیال کرنے کی خواہش کی تکمیل کے لئے آپ نے حل العقدین نامی کتابچہ مرتب کیا اور نکاح خوانوں اور قاضیوں کے لئے زندگی آسان ہوگئی اور بیاہ ونکاح کے امور شرعی تقاضوں کے مطابق طے ہونے لگے۔

آپ کے مسائل اور اُن کا حل:

نت نئے مسائل سے عوام الناس دوچار رہتے اور شرعی امور کے لئے آپ کو خط وکتابت کے ذریعے سوالات بھیجتے اور کم وقت میں بغیر کسی اجرت کے مدلل اور محکم جوابات عنایت فرماتے۔ آپ کے اس عنوان پر خدمات نے نوربخشی مسلک کے لوگوں کو بے پناہ فائدہ ہوا اُن کے نائب حافظ ذاکر علی ثاقب صاحب نے اس باب کو ایک مستقل کتاب کی حیثیت دے کر جمع کیا ہے لیکن کمپوزنگ اور فونٹ کے لئے دوبارہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

نوائے صوفیہ انٹرنیشنل:

حضرت علامہ محمد بشیرؒ نے اپنے مشن کی تکمیل اور نصب العین

کے حصول کے لئے "نوائے صوفیہ" کا ایک مستقل دینی مجلّہ جاری فرمایا۔اس کے مدیر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے اور محترم ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے ان کی معاونت کی۔ علماء و نوجوانوں نے اپنے مضامین ان کے رسالہ کو دیئے اور وہ شائع کراتے رہے نہایت مقبول ایک مجلّہ ہے۔

## تعلیمی، تنظیمی اور تحریکی خدمات:

حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداً کراچی میں مقیم طلباء صوفیہ نوربخشیہ بلتستانیاں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کاوش کی اور انجمن طلباء بلتستانیہ کے نام سے ایک تنظیم تشکیل دی۔ بعد ازاں ان ہونہار طلباء کی فراغت اور علم دین سے فیضاب ہونے کے بعد علماء صوفیہ نوربخشیہ کی فعال تنظیم الندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ کی داغ بیل ڈالی۔

اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے غیر نوربخشی مدارس میں زیر تعلیم طلباء کی رہنمائی فرمائی اور اُن کی اصلاح اور تربیت کا بیڑہ اُٹھایا۔ اُس دوران غلام حسین نورانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور مولانا مراد علی نوری نے بالترتیب جنرل سیکریٹری وصدر کی حیثیت سے آپ کے معاونین خاص بن کر اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

الندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ بعض اندرونی نقب زنوں اور بیرونی سازشی عناصر کا شکار ہو کر 1984 میں کالعدم ہوا۔ علماء کرام کے منظم فورم کو سبوتاژ کیا گیا اور اندرون خانہ دیگر سلف الصالحین اور صاحب اور صاحب کرامات اولیاء سلسلۃ الذہب کی تعلیمات سے عوام نوربخشیہ کو بے بہرہ رکھنا تھا اور چلتی ہوئی مشینری روک دی گئی۔ علماء کرام کو دینی اعمال و عبادات اور امامت و خطابت تک محدود رکھا گیا۔ حتیٰ کہ خود علامہ صاحب کو بھی ایک مخصوص حصار میں رکھ کر اُن سے دم درود اور تعویذات لکھوانے کے عمل کے علاوہ کوئی قابل قدر تحریری کام اسلام آباد میں قیام کے دوران انجام نہیں دے سکے۔ ماسوائے فقہ الاحوط کے دوسرے ایڈیشن کے جس کی نظر ثانی مفتی محمد عبداللہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور نوائے صوفیہ وقت پر نہیں چھپتا تھا اور نہایت بے رُخی اور انتہائی سستی و کاہلی کا دور شروع ہوا۔ "من ضعف قد انحدف" کے بقول آپ کے متراجم کو مجلس اور محرابوں کا عنوان بنایا گیا۔اس عظیم علمی و فقہی شخصیت سے استفادہ کرنے سے لوگوں میں عمداً رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور یہ قیمتی اثاثہ انمول ہیرا بھرا استفادہ لئے بغیر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

## نامکمل تفسیر و ترجمہ:

مختلف دانشوروں اور اہل علم کی اپیل پر قبلہ حضرت علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کے کام کا آغاز کر دیا لیکن مخصوص طرز فکر کے حامل لوگوں کی سازشوں نے اُن کے حوصلہ کو پروان چڑھنے نہیں دیا اور کسی منظم کوشش کارگر بنا کر اُن سے کام نہیں لے سکے اور صرف چھ 6 پاروں کے ترجمے ہو گئے تھے جو بدقسمتی سے بارش کے پانی کی نذر ہو گئے اور اب تک اس کے کسی قسم کے حصے لوگوں کی نظروں سے نہیں گزرے۔

## تفسیر نجم القرآن:

حضرت علامہ محمد بشیرؒ سے انجمن صوفیہ نوربخشیہ علی پور اسلام آباد نے ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی کوششوں سے حاصل شدہ التاویلات النجمیہ فی التفسیر الاشاری الصوفی کے ترجمہ کا تقاضا بھی کیا اور راقم نے ڈاکٹر صاحب کی قیادت مذکورہ کے ممبران جناب سجاد حسین سرموں اور محمد علی چیلو کے ساتھ اُن کی رہائش گاہ پر اُن سے ملاقات کر کے اس تفسیر کے ترجمہ کی گذارش کی تاہم انہوں نے اپنی بیماری اور غیروں کی منفی عملیات کے باعث لاغر و کمزور ہونے کے سبب ترجمہ کے کام سے معذرت کی جو بعد ازاں مفتی علامہ علی محمد ہادی شگری صاحب کے قلم سے آخری جلد مکمل ہو کر اس وقت زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ یہ جلد ہی منظر عام پر آئے گی اور ترجمہ تفسیر قرآن کا گوشہ بھی علم کی دولت سے مالا مال ہوگا۔

## سپریم کونسل علمائے صوفیہ نوربخشیہ:

الندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ کے غیر فعال ہونے پر علماء صوفیہ نوربخشیہ نے حضرت علامہ محمد بشیرؒ کی سرپرستی میں سپریم کونسل علماء

صوفیہ نوربخشیہ کا قیام عمل میں لایا۔ آپ نے تحریری طور پر اس کونسل کے قیام کی اجازت عطا فرمائی اور تادم حیات اس کی سرپرست اعلیٰ کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ ان کے فیض سے انشاء اللہ آئندہ بھی یہ کونسل کام کرتی رہے گی۔

**تعلیمات وارشادات اور وعظ تبلیغ:**

آپ کی شخصیت نہایت کم گو واقع ہوئی۔ اس لئے شعلہ بیان خطیب یا مقرر کا طرز گفتگو نہیں کیا لیکن انتہائی حکیمانہ انداز خطابت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ دوران خطابت ربط و تسلسل اور مفہوم کے بیان میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور قلیل وقت میں مختصر موضوع پر علم کے موتی بکھیر دیتے۔ ہمیشہ خوف آخرت، معاش و معاد اور دنیا کی بے ثباتی آپ کی تعلیمات کا حصہ رہے۔ دوران خطبہ آپ کے مخصوص طرز گفتگو سے سامعین محظوظ ہوتے اور اُن کی ہدایت کو اپنا حرز جان بناتے۔ انتہائی پُرآشوب اور فتنہ پرور دور میں بھی آپ کے مقام و مرتبہ میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ آپ نے اپنی مذہب مکتبہ صوفیہ نوربخشیہ کی تائید وتصدیق کے لئے لاکھ جتن کئے لیکن کسی غیر صوفیہ نوربخشیہ کی تکفیر اقدمیطر پر بالکل قلم نہیں اُٹھایا اور نہ ہی کوئی گفتگو فرمائی۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے آپ ہمیشہ کمربستہ رہے اور عزم و استقلال کا چٹان بن کر استقامت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ آپ نے تہذیب وتمدن کے تمام تقاضوں کا ہمیشہ پاس رکھا اور الکتابۃ ابلغ الصریح کے بقول نہایت شائستگی اور متانت کے ساتھ اغیار کی بیخ کنی کی۔ آپ وجود استقلال ولی صوفیہ نوربخشیہ کے علمبردار تھے اور پیوندکاری اور مذہبی اجارہ داری کے خلاف تحریک کے ہراول دستہ میں سپہ سالار رہے۔ تفرقہ بازی کو روکنے اور اجتماعیت کے فروغ کے لئے آپ نے 1982 میں معاہدہ کریس تحریر کیا۔ 1992 معاہدہ پنچی وغیرہ میں شامل رہے اور معاہدہ بلغار کی تمام شقوں کو قابل عمل قرار دیا۔ صوفیہ نوربخشیہ کی انفرادیت وخصائص پر آپ کے لیل ونہار بیت جاتے۔ اندرونی تعصب زن بھیڑ کی کھال میں بھیڑیوں اور گندم نما جوفروش کے قیمتی اصطلاحات نے ملت کی کشتی کو بچانے کے لئے چپو کا کردار ادا کیا۔

تند وتیز ہواؤں کی سامنے بھی آپ کے قدم کبھی نہیں ڈگمگائے اور مختلف قسم کے حربوں اور طمع لالچ میں آنے کی بجائے اخلاص للصیت استقامت توکل اور استغنی کے اعلیٰ مقام پر فائز رہے۔ معمولی مشاہرے میں اپنی تمام صاحبزادیوں کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا اور کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کئے۔ بلکہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی تنخواہ میں اضافہ پر انجمن محمدیہ اسلام آباد کو بتایا کہ میری ضروریات زندگی اسی تنخواہ سے چل رہی تھی تو تنخواہ میں اضافے کی کیا ضرورت تھی؟

آپ نے ہمیشہ اپنا مشن ونصب العین بنایا کہ امور شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کے مطابق نوربخشی عوام اپنی زندگی گزاریں اور فرد مخلص بنیں کسی اور کی نقالی اور B ٹیم بننے کی کوشش نہ کریں۔ خرافات و بدعات کا خاتمہ اور سنت واسلاف کی تعلیمات کی رضا کے لئے آپ ہمیشہ کمربستہ رہے۔

**انجمن محمدیہ بلتستانیہ اسلام آباد:**

یوں تو ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملی وقومی خدمات کا ہر نوربخشی معترف ہے لیکن انجمن محمدیہ اسلام آباد کے لیے آپ کا تعاون نہ صرف قابل تحسین ہے بلکہ ہر فرد نوربخشی کے لئے قابل قدر ہے۔ علماء کے مقام ومنصب کے احترام میں اس انجمن نے کارہائے نمایاں خدمات سرانجام دیئے۔ دوران علالت آپ کے علاج ومعالجہ اور تیمارداری اور وقت رحلت اُن کی نقاہت اور تجہیز وتدفین کے جملہ امور نہایت احسن طریقے سے ادا کئے۔ خاص طور پر مولانا محمد انور تھلوی، حافظ ذاکر علی ثاقب کو اپنے نمائندگان بنا کر آپؒ کے جسد خاکی کے ساتھ سوگوار خاندان کی ڈھارس بند ھانے کے لئے بلتستان تک بھیجنا نہایت قابل قدر فیصلہ ہے۔ اہل دانش نے آپؒ کی آخری آرام گاہ کے لئے بلتستان اور اُن کے آبائی گاؤں کا انتخاب کر کے بصیرت افروز نگاہ ہونے کی قطعی دلیل دی ہے اس طرح کئی ضمنی سوالات اور تنازعات از خود ختم ہو گئے۔ اُن کے اس قوت فیصلے کی داد

دی اور اہل براہ کو اپنے بخت سکا پر ناز کرنا چاہیے کہ آپؒ کے تعلق میں لفظ "براہ والے" کے پورے براہ والوں کو چشم براہ کر دیا اور آپ کا آستانہ عالیہ براہ کی سرزمین پر مرجع خلائق بن گیا۔

اظہار تشکر:

ایک ادنیٰ خادم ملت اور ابن دین ہونے کے ناطے حضرت علامہ محمد بشیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی وملی خدمات کے اعتراف میں آپ کی بیماری کے دوران علاج معالجہ، رحلت کے وقت اخراجات و انتظامات، اسلام آباد، راولپنڈی اور علی پور کے جملہ صوفیہ نوربخشیہ مکتبہ فکر کے احباب، غیر مسلکی عمائدین علماء و مشائخ کی تعزیتی پیغام اور تمام جگہوں پر نماز جنازہ میں شرکت، تمام اداروں کے سربراہان، جملہ نوربخشی ادارہ جات: (۱) مدرسہ شاہ ہمدان سکردو (۲) ادارہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل (۳) سپریم کونسل علماء صوفیہ نوربخشیہ (۴) نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان (۵) انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو (۶) انجمن محمدیہ بلتستانیہ اسلام آباد (۷) انجمن صوفیہ نوربخشیہ علی پور (۸) تحریک صوفیہ نوربخشیہ خپلو کے مشکور و ممنون ہیں کہ اس موقع پر فرزندان توحید نے صوفیہ نوربخشیہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کا اظہار فرمایا اور دکھ کی اس گھڑی میں ہمدردی اور تعزیت پیش کی۔

نیز سرکاری اداروں کے ذمہ دار، ڈپٹی کمشنر ضلع گنگ چھے، سیاسی شخصیات، پارٹی ورکرز، قومی رضا کاران اور خواتین و حضرات کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس اہم موقع پر ملت صوفیہ نوربخشیہ کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔

آخر میں اہل براہ نے جس ذوق وشوق اور ملی جذبے سے آپ کی نماز جنازہ کے شرکاء کے لئے دن رات جان لگا کر کام کیا اور تمام شرکاء نماز جنازہ کے لئے لنگر اور طعام کا بندوبست کیا وہ مثالی ہے اور آج کا یہ تعزیتی ریفرنس اور کانفرنس بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب نبی مکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل وطفیل......

ہمارے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
زبان پر درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
عمل میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
لب پر رفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
دنیا میں محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
پاکستان میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
قبر میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
آخرت میں معرفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
حوض کوثر پر جام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
پل صراط پر دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
محشر میں شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
جنت میں شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علامہ ابوالعرفان علامہ محمد بشیر رحمتہ اللہ تعالیٰ کے درجات کو بلند فرما، ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرما، ان کے سوگواروں کو شکر کی توفیق عطا فرما، اُن کے پیروکاروں کو استقامت عطا فرما، اُن کے عقیدت مندوں کو راحت عطا فرما، اُن کے جانثاروں کو معرفت عطا فرما، ملت صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات تصوف پر کاربند رہنے کی قوت عطا فرما، علماء کرام کو آپ کے مشن پر قائم رہنے کی سکت عطا فرما اور عوام الناس کو آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے کی جسارت عطا فرما۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆☆☆

## بقیہ: مدرسہ شاہ ہمدان کا انیسویں سال

پروانوں کے شکر گزار ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جناب سلطان علی پرتگ، جناب ایو حاجی مہدی براہ، علامہ مراد علی نوری اور دیگر پرستاروں کے ممنون ہیں جنہوں نے ہر قدم پر ساتھ دیا۔

مدرسہ شاہ ہمدان کے اراکین بوا یا دوا فاؤنڈیشن کے روح رواں جناب محمد جان کے بھی شکر گزار ہیں کہ وہ مدرسہ شاہ ہمدان میں داخلہ کے خواہشمند کم سن نونہالوں کی کفالت اور زیور تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ آئندہ بھی دینی وملی جذبے سے تعاون جاری رکھیں گے۔

مدرسہ شاہ ہمدان کے الصفہ اسلامک ریسرچ لائبریری کے لیے ہال تعمیر ہو چکا ہے۔ علم کے پیاسوں اور ملکی و بین الاقوامی معیار کے مطابق تزئین و آرائش کمپیوٹر نیٹ ورک اور انٹرنیٹ کی سہولتیں مہیا کرنے کے سلسلے میں مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکاروں سے عطیہ دینے کی اپیل ہے۔ اور ڈیجیٹل لائبریری کے سلسلے میں بھی عطیہ کی گزارش ہے۔

☆☆☆☆☆

سانحہ ارتحال

# بچھڑا کچھ اس ادا سے۔۔۔

سرتاج عزیز ربانی، تھلوی

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

یقیناً سال نو ع اہل تصوف کے لیے آزمائشوں سے بھر پور نظر آتا ہے۔حال ہی میں ہمارے دو عظیم وحید علماء بو اموسیٰ (مرحوم) ڈغونی اور غلام حسین نورانی (مرحوم) تھلوی صاحب خالق حقیقی سے جا ملے۔ابھی اہل تصوف کے پروانے اس تازہ زخم کو بھول نہیں پائے تھے کہ رب کریم کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ عظیم رہنما، بے پاک قیادت، بے لوث خدمت، شیر دل، محسن نوربخشیہ ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر بھی طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔خیر اس فانی دنیا میں جب ہم آئے ہیں تو جانا ہی ہے لہٰذا ہمیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔مگر دوسری طرف یہ وہ ہستی ہے جو تصوف کے پروانوں کا اثاثہ تھا اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کا جگمگاتا ستارہ۔

یقیناً علامہ صاحب کا انتقال ایک المناک حادثہ ہے جس سے گلستان تصوف خزاں رسیدہ ہے۔ان کا خلا پُر کرنا آسان کام نہیں۔ لہٰذا اب جو بھی قدم اٹھانا ہے وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس کی بھاری ذمہ داری ہمارے علمائے کرام پر عائد ہوتی ہے ان کے لئے یہ ایک Challenging Moment ہے۔اہل تصوف کے کچھ طبقوں میں علامہ صاحب کے انتقال کے بعد احساس محرومی دیکھنے میں آرہی ہیں۔ان کا گمان ہے کہ ان جیسا صلاحیتوں کا حامل عالم دین اور مسلک حقہ کی باگ ڈور سنبھالنے والا کون ہوگا۔یہ ہماری نادانی ہے اللہ تعالیٰ دے کر آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے۔لہٰذا ہمیں اپنی سوچ کو بدلنا ہوگا ہمیں آنے والے Challanges سے نمٹنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ہمیں اپنی سوچ وسیع رکھنی کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سے لیڈر عطا کئے ہیں۔ہم میں علامہ علی محمد ہادی جیسی ہستی بھی موجود ہے جو شجاعت، بہادری اور ثابت قدمی میں اپنی مثال آپ ہے۔ دشمنان تصوف نے جس شیطانی مکر وفریب، جھوٹے مقدمات اور غلط الزامات کی آڑ میں انہیں بدنام کرنے کی پوری کوشش کی یہاں تک کہ انہیں جیل کی ہوا کھانی پڑی وہاں پر موجود قانون کی وردی میں ملبوس جنگلی درندوں کے چنگل میں قید رہے غیر انسانی سلوک روا رکھا اور وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔مگر مفتی صاحب نے ان جھوٹے مقدمات اور فرعونی دعوؤں کو قبول کرنے سے انکار کیا اور انتہائی ثابت قدمی اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق اور صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔آخر کار شمع تصوف کے پروانوں کا زبردست ردعمل رنگ لایا اور وہ باعزت بری ہو گئے۔یہ ہمارے لیے باعث افتخار ہے دشمنوں کے چہرے بے نقاب ہو گئے اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں زمین بوس ہو گئے اور فتح ہماری جھولی میں گری بے شک یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

مسلک حقہ کو ابتدا سے ہی مختلف چیلنجوں کا سامنا رہا ایک مخصوص طبقے کی مسلک حقہ پہ خاص اجارہ داری قائم تھی۔وہ جب چاہتے من گھڑت اور ناقابل قبول عقائد شامل کرتے اور گمراہی کی طرف دھکیلتے۔وہ لوگ انسانی شکل میں شیطانی اعمال کرتے مذہب کو برباد کرنا ان کا مشن تھا۔مسلک صوفیہ نوربخشیہ اپنی بقا کی آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسی ہستی عطا کی جس نے دشمنوں کو ان کے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔دعوات صوفیہ، فقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ کی صاف شفاف اور واضح انداز میں اردو ترجمہ علامہ مرحوم صاحب ہی کی مرہون منت ہے اور ایسا ہی ہمارے سامنے پیش کیا جو ہمارے نبی کریم ﷺ کے دور میں تھا۔ایک ایسی پلیٹ فارم پر لایا جہاں ہمیں اپنی عقیدے اور مسلک کو اچھی طریقے سے سمجھنے کا موقع ملا ہمارے عقائد پختہ ہو گئے۔

علامہ (مرحوم) نے ہماری توقعات سے بڑھ کر مسلک حقہ کے لئے بے شمار خدمات سرانجام دیں۔جبکہ انہیں کئی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا دشمنان تصوف ان کے خلاف سرگرم ہوئے انہیں اپنے

مشن سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی گئی ہر طرف مختلف سازشوں کا بازار گرم تھا مگر دشمنوں کے یہ فریب بھی کامیاب نہیں ہوئے علامہ صاحب اپنے مشن پہ گامزن رہے۔ کئی بار پُر آسائش اور مراعات بھری ملازمتوں کی پیش کش ہوئی لیکن علامہ صاحب نے دنیا کی تمام آسائشوں اور مراعات کو پس پشت ڈال کر مسلک حقہ کی خدمت کو ہی اپنا نصب العین سمجھا۔ یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے۔ ان کے ہم پہ بہت احسانات ہیں جبکہ اس کے برعکس ہم نے انہیں مالی طور پہ کچھ سپورٹ نہیں کیا جو کہ ہمیں کرنا چاہیے تھا۔ لہٰذا میری اہلیان تصوف سے گزارش ہے کہ ہم اس دن کو یوم سوگ کی حیثیت سے منائیں جس دن علامہ (مرحوم) اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے ان کی روح کے ایصال ثواب کے لئے NYF کے ہر ڈویژنز پہ قرآن خوانی اور مجالس کا اہتمام کیا جائے اور ان کی خدمات پہ روشنی ڈالی جائے تاکہ ہماری نئی نسلیں بھی ان کے لئے اپنے دلوں میں عقیدت ومحبت پیدا کر سکیں۔ ہمیں اپنے علمائے کرام سے قوی امیدیں ہیں کہ وہ علامہ (مرحوم) کے مشن کو جاری رکھیں گے تصوف کے پروانوں کو ان کی کمی محسوس ہونے نہیں دینگے۔ کیونکہ علامہ جیسی ہستی صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ آج وہ ہستی ہم میں نہیں لیکن ان کی تعلیمات اور احسانات ہمارے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

جدائی پہ ہی قائم ہے نظام زندگی بھی تاجؔ
بچھڑ جاتا ہے پانی بھی گلے مل مل کے ساحل سے

☆☆☆☆☆

## بقیہ: حضرت علامہ کا آخری سفر

ہر سو رنج والم کی تصویر بنے اپنے محبوب روحانی شخصیت کے شدومد سے منتظر تھے۔ ہر آنکھ پرنم، ہر دل مغموم، ہر شخص حضرت کی عقیدت میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر صاحب جسم وجان غموں کے صحرا میں گم ہو کر بکس کے اندر مزین ومطہر جسد خاکی کی زیارت کے لیے بے تاب وبے قرار تھا۔ سکردو اکابرین نے نماز جنازہ کی اس عظیم سعادت کو مولانا محمد محسن علی (ترجمان نوربخشیہ) آف سرموں کو اشارہ کیا۔ نماز جنازہ کی سعادت کے بعد مولانا محسن علی نے حضرت کی علمی، ادبی، روحانی اور فقہی کارناموں اور بصیرت پہ گفتگو کی۔ کلمہ شہادت کی گونج اور نعروں میں آپ کو گنگ چھے براہ کے لیے ایمبولینس میں رکھا گیا۔ اس وقت کے پُر آشوب اور غم زدہ منظر کو الفاظ میں لانا حقیر کی بساط میں نہیں ہے۔

سکردو میں ایک خاص بات کو راقم نے نوٹ کیا کہ فلک وفضا یہ شہادت دے رہے تھے کہ حضرت ابوالعرفان صرف نوربخشیوں کے لیے ہی قابل فخر سرمایہ نہیں بلکہ آپ کی شخصیت پورے بلتستان کے تمام مکتبہ فکر کے لیے مشعل راہ اور قابل رشک تھی۔ بلتستان کی تمام سیاسی، سماجی، مذہبی اور کاروباری اور نامور شخصیات کی نماز جنازہ میں شرکت سے تمام ادیان عالم کے لیے یہ پیغام ملا کہ سرزمین بلتستان فی الحقیقت علم دوست وعلماء دوست اور پرامن خطہ ہے۔ ابوالعرفان کے محبت وعقیدت میں مستغرق یہ قافلہ سکردو سے آخری آرام گاہ براہ گنگ چھے تک لبوں کو مغفرت سے سجاتا گیا۔

☆☆☆☆☆

### ابوالعرفان علامہ محمد بشیر:

علی احمد قمر

خلد کے مہماں ابوالعرفان علامہ بشیر
شارح قرآں ابوالعرفان علامہ بشیر
گاؤں گاؤں دین پہنچا ان کی محنت کے طفیل
فخر بلتستان ابوالعرفان علامہ بشیر
علم کے دریا بہائے آپ نے اس طور سے
خیر کی باران ابوالعرفان علامہ بشیر
جاری و ساری رہے گا اہل بلتستان پہ
آپ کا احسان ابوالعرفان علامہ بشیر
داد تحسیں دے نہیں سکتا نہیں ہرگز کوئی
آپ کے شایان ابوالعرفان علامہ بشیر
فقۂ احوط ہو یا ذوات اہل صوفیہ
آپ کی پہچان ابوالعرفان علامہ بشیر
کر گئے محراب و منبر کو قمرؔ بعد از وفات
کس قدر ویران ابوالعرفان علامہ بشیر

☆☆☆☆☆

سانحہ ارتحال

# حضرت علامہ محمد بشیر

## گلزار احمد کوروی

"اور خدا ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔" (القرآن)

تخلیق آدم سے لے کر ختم المرسلین تک، طلوع اسلام سے لے کر آج تک حق اور باطل کی جنگ ہوتی رہی، کبھی فرعون، شداد، نمرود کی صورت میں، تو کبھی ابوسفیان، ابوجہل، ابولہب کی شکل میں، کبھی ختم نبوت سے انکار کرتے ہوئے، تو کبھی منکر قرآن کی صف میں کھڑے ہو کر حق کو مٹانے کی ناپاک سازش ہوتی رہی۔ مگر ہر بار فتح و نصرت اہل حق و صداقت کا مقدر بنی، ہر طرف تعلیمات خداوندی کا بول بالا ہوا، چارسو قرآن وسنت کی خوشبو بکھرنے لگی، کیونکہ قرآن خود بشارت دیتا ہے "دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔ مذہبی تعلیمات سے دوری، سادہ لوح خصلت، غربت و تنگی، اور نوربخشی علماء کی عدم توجہی مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے زوال کا سبب بنی، کسی کو کچھ دام درہم دے کے دائیں بلاتے تو کسی کو ڈنڈے کے زور پر بائیں لے کے جاتے، حتیٰ کہ مسلک حقہ کو خالصہ سرکار کی طرح تقسیم کرنے لگے اتنے میں امت محمدیہ کے عظیم مجاہد، مفکر اسلام، مجدد ملت، فخر تصوف، مترجم فقہ الاحوط، ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیرؒ نے قلم و قرطاس کے عظیم ہتھیار سے تندی باد مخالف کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کیا، ہر فرد کو شریعت محمدیہ سے آشنا کیا، ہر دل کو شاہ سید محمد نوربخشؒ اور امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی تعلیمات سے منور کیا، مگر افسوس! وہ درخت نہ رہا جس کے سائے تلے ہمارا مستقبل پرورش پا رہا تھا، وہ پھول مرجھا گئے جو باغ تصوف کی زینت بنے ہوئے تھے، وہ گلستان ویران ہو گئے جو زمان و مکان کو شاداب کیے رکھے تھے۔ یہاں تک کہ ساحل سمندر سے لے کر سیاچن کی برفیلی بلندی تک دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے علم و عرفان کے عقیدت مند خصوصاً ملت صوفیہ نوربخشیہ کے ہر فرد کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

حضرت علامہ محمد بشیرؒ کی رحلت کے موقع پر نوائے صوفیہ کی خصوصی اشاعت کا حصہ بننے کے لیے صدر این وائی ایف سندھ ڈویژن جناب شاہ حسین کبیر صاحب کی خصوصی ہدایت پر ۔بگو دانیال علی کے ساتھ جناب محمد علی شبیری صاحب کی رہائش گاہ پر کچھ معلوماتی گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا جو کہ قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

**بگو دانیال:** علامہ صاحب کے ساتھ تعلق کے حوالے سے کچھ بتائیں؟

**شبیری صاحب:** میرے کراچی آنے کے بعد علامہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر ہی ہم نے ندوہ کے ساتھ بھی تعلق جوڑ لیا۔

**بگو دانیال:** علامہ صاحب کی شخصیت کے بارے کچھ بتائیں؟

**شبیری صاحب:** علامہ صاحب حلیم مزاج، رحم دل، سادہ طبیعت، مہمان نواز یہاں تک کہ ہر اعلیٰ خصلت کی کھلی کتاب تھی۔ ایک دفعہ اسلام آباد میں کسی کے ہاں دعوت کی غرض سے جانا ہوا تو اسی موقع پر علامہ صاحب کی زیارت کو غنیمت جان کر دولت سرا پر حاضری دی تو علامہ صاحب نے ہمیں کھانے پر مدعو کیا مگر ہم معذرت کر کے وہاں سے نکل گئے اور آدھ گھنٹے بعد ہمیں خبر موصول ہوئی کہ علامہ صاحب کے ہاں بچی ہوئی ہے۔ تو گھر میں زچگی لاحق ہونے کے باوجود مہمان نوازی کے خواہش مند تھے۔

**بگو دانیال:** علامہ صاحب کے تعلیمی پس منظر کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

**شبیری صاحب:** علامہ صاحب نے آٹھویں تک مروجہ تعلیم مڈل سکول چھلو بانچی سے حاصل کیا۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے سرگودھا تشریف لے گئے بعد میں کراچی میں بنوری ٹاؤن سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔

**بگو دانیال:** ندوہ اسلامیہ کے قیام کا بنیادی مقصد، علاوہ ازیں بعد میں

ختم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

**شمیری صاحب:** کراچی آنے کے بعد بہتر رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اِدھر اُدھر کو چلے جاتے تھے۔ لہٰذا مذہبی عقائد کے تحفظ کو خاطر خواہ لاتے ہوئے ندوہ کی تشکیل دی گئی اور چیئرمین عبداللہ کے گھر ماہنوار میٹنگ ہوتی تھی۔ ندوہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کی معنی جلسہ کے ہیں۔ بعد میں لوگوں نے بعض وجوہات کی بنا پر اس تحریک کو ختم کرا دی۔

**بیگو دانیال:** فقہ الاحوط کا ترجمہ علامہ صاحب کی ایک انقلابی کاوش ہے، اس حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

**شمیری صاحب:** وہ بذاتِ خود فقہ کی ترجمہ کے حوالے سے بہت پرجوش تھے، یہ ان کی ذاتی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہر نوربخشی مرد و زن دینی علوم سے بہرہ مند ہے۔

**بیگو دانیال:** علامہ صاحب نے کراچی میں فقہ کا ترجمہ کیا آپ کے ساتھ معاونین میں کون کون شامل تھے؟

**شمیری صاحب:** جی بالکل، لائنز ایریا میں فقیر محمد ابراہیم گیسودراز کے چھوٹے سے مکان کی چھوٹی سی چارپائی پر بیٹھ کر علامہ صاحب فقہ کا ترجمہ کیا کرتے تھے اس وقت آپ کے معاونین میں مجھ سمیت بوا حیدر، بوا عبدالحلیم، بوا حقانی، اخوند عسکری، بوا نورانی، چیئرمین عبداللہ، اخوند علی ہریگون شامل تھے۔

**بیگو دانیال:** فقہ کا ترجمہ کرتے وقت علامہ صاحب کو بہت زیادہ دقت کیوں پیش آئی؟

**شمیری صاحب:** علماء کرام کی اتفاق رائے سے فقہ الاحوط کا ترجمہ کیا تھا اور پروف ریڈنگ کی غرض سے علامہ صاحب خود بلتستان تشریف لے گئے مگر بعض شخصیات کی وجہ سے خاص کامیابی حاصل نہ ہو پائی کیونکہ اس وقت کچھ علماء نہیں چاہتے تھے کہ اُنکی اجارہ داری ختم ہو اور ہر کوئی فقہی علم سے آشنا ہو۔ بعد میں علامہ صاحب نے پورا ترجمہ دوبارہ سے لکھا۔

**بیگو دانیال:** علامہ صاحب کی مذہبی دلچسپی کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

**شمیری صاحب:** علامہ صاحب کے مذہب سے لگاؤ کا واضح ثبوت یہ ہے آپ نے کبھی نوکری نہیں کی۔ آج اگر شریعت ہم پر غالب ہے تو ہم علامہ صاحب کے مرہون منت ہیں۔ آپ نے اپنی تمام تر زندگی ملت صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی، ترویج، اور احیاء کیلئے صرف کر دی۔ الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب اور علامہ صاحب کی خدمات نہ ہوتیں تو آج نوربخشیت کوئی اور راہ اختیار کر چکی ہوتی۔

**بیگو دانیال:** علامہ صاحب روحانیت کے کس حد تک قائل تھے؟

**شمیری صاحب:** علامہ صاحب روحانیت کی طرف بہت زیادہ مائل تھے مگر کبھی اظہار نہیں کیا۔ بچپن سے ہی عبادت گزار، تہجد گزار تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں دن میں پڑھائی کرتے اور رات بھر نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ علامہ صاحب سری اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ براہ بروق میں کسی چشمے پر آپ نے صرف ستو کے ساتھ اعتکاف نشینی کی، بعد میں ہم نے دریافت کرنے کی کوشش کی تو فرمانے لگے "بس سیاحت کو نکلے تھے ہاں کچھ جگہوں کی نشان دہی ضرور کی ہے جہاں بزرگوں سے ملاقات ہوتی ہے"۔ اس سے آگے کچھ نہیں بتایا۔

**بیگو دانیال:** کوئی خاص بات جو علامہ صاحب کی زبانی سنی ہو؟

**شمیری صاحب:** ابتدا میں علامہ صاحب کی داڑھی چھوٹی ہوا کرتی تھی اچانک بڑھا دی گئی تو ہم نے راز جاننے کی کوشش کی تو آپ نے ایک خواب کے بارے میں بتایا: "کسی خوبصورت باغ میں مجھے ایک بزرگ آتے ہوئے دکھائی دیتے اور میرے سامنے سے بے توجہی سے گزرتے۔ دوسری دفعہ میرے سامنے سے غصے سے گزرتے۔ تیسری مرتبہ میرے سامنے آ کر ایک تھپڑ مار کر کہا یہ داڑھی چھوٹی کیوں ہے؟" اس کے بعد علامہ صاحب نے اپنی داڑی بڑھا دی یقیناً خدا کے پسندیدہ لوگوں کی معمولی لغزش پر بھی اللہ رب العزت اشارہ دیتا ہے۔

**بیگو دانیال:** نوجوان نسل کے لیے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

**شمیری صاحب:** علامہ صاحب کے ملت نوربخشیہ خصوصاً نوجوانوں پر بہت زیادہ احسانات ہیں۔ نوجوان نسل علامہ صاحب کی عظیم کاوشوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ یہاں یہ بات بھی گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ علامہ صاحب کے لواحقین کے ساتھ بھی تعاون کرنا چاہیے خاص کر بچیاں قابل شفقت ہیں صاحب توفیق جتنا ممکن ہو دامے درمے مدد کریں۔

☆☆☆☆☆

سانحہ ارتحال

# مراد علی نوری سے خصوصی انٹرویو

## جی ایچ معروفی

قارئین نوائے صوفیہ کے لیے معروف عالم دین اور مدرس جناب مراد علی نوری صاحب سے خصوصی انٹرویو قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔موصوف محکمہ تعلیم میں ہیڈ ماسٹر کے عہدہ پر فائز رہ چکی ہے۔ جناب نوری صاحب نے اسلام آباد آمد پر اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں جسے قارئین نوائے صوفیہ کی نذر کیا جارہا ہے۔

**نوائے صوفیہ:** جناب نوری صاحب سب سے پہلے میں آپ کی ابتدائی تعلیم اور استاد کے بارے میں پوچھنا چاہوں گا؟

**نوری صاحب:** میں نے ابتدائی تعلیم معروف عالم دین اخوند مہدی علی کریمی سے حاصل کی۔ساتھ ہی سکول کی تعلیم بھی جاری رکھی۔اخوند مہدی صاحب کراچی محمود آباد مسجد کی خطیب بھی رہ چکے ہیں۔ یہ 1973 کی بات ہے۔ان کے علاوہ اخوند ابراہیم کریمی صاحب بھی میرے استاد رہ چکے ہیں۔ دونوں حضرات سے دعوات صوفیہ، اصول اعتقادیہ اور فقہ الاحوط کی تعلیم حاصل کی۔

**نوائے صوفیہ:** بلتستان سے کراچی کب گئے اور وہاں پر کن تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کی؟

**نوری صاحب:** یہ 1971 کی بات ہے وہاں جا کر مدرسہ جعفریہ سے تعلیم حاصل کی۔اس دوران میں نے فاضل اور مروجہ تعلیم ایف اے پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے پاس کیا۔بعد ازاں کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور بی اے آنرز پاس کیا۔اس کے بعد شعبہ فارسی میں ماسٹر کی تعلیم فرسٹ کلاس اور فرسٹ پوزیشن میں حاصل کی۔

**نوائے صوفیہ:** یونیورسٹی میں تعلیم کے علاوہ کوئی سوشل ورک یا مذہبی امور کے سلسلے میں کیا مصروفیات رہیں؟اس سلسلے میں کیا بتانا پسند کریں گے؟

**نوری صاحب:** کراچی یونیورسٹی میں طلباء یونین اور انتخابات کے موقع پر کافی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میں پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کا بڑا سپورٹر رہا ہوں۔اس دوران ہمارے ساتھیوں میں نورانی صاحب مرحوم پرنسپل کالج آف ایجوکیشن جوٹیال گلگت ڈاکٹر محمد علی عارف صاحب ڈائریکٹر آثار قدیمہ اسلام آباد، محمد طفیل منیجر حبیب بینک، محمد علی یوگوی پرنسپل سیکرٹری وزیر اعلیٰ یہ تمام ساتھی اس وقت کراچی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔کراچی یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران دینی خدمات کا موقع بھی ملا۔دعوات صوفیہ علامہ محمد بشیر صاحب مرحوم نے میرے ہوسٹل میں رہ کر ترجمہ کیا۔ مجھے اس وقت ان کی خدمت کا موقع ملا۔جس وقت میری علامہ صاحب سے ملاقات ہوئی اس وقت وہ فقہ الاحوط کا دوسری دفعہ ترجمہ کر چکے تھے۔ پہلا ترجمہ بوا مختار مرحوم نے قبضے میں لے کر نہیں لوٹایا۔فقہ الاحوط کی اشاعت کے سلسلے میں ناچیز نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

**نوائے صوفیہ:** ندویہ اسلامیہ نوربخشیہ میں بھی شاید آپ نے کام کیا ہوگا۔اس سلسلے میں کیا بتائیں گے؟

**نوری صاحب:** ندویہ اسلامیہ دراصل نوربخشی علماء کرام پر مشتمل ایک تنظیم تھی۔جس نے اہل نوربخشیہ کی خواب غفلت سے جگایا اور نوربخشی کتابوں کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔بعض مخالفین اس کی نام سے غلط مطلب لیتے ہیں۔حالانکہ ان کو پسند ہونا چاہیے۔ندوہ کا معنی مجلس ہے۔یعنی علمائے نوربخشیہ کی مجلس۔بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں بھی اس ادارے کا صدر رہا ہوں۔ 1973 میں جب فقہ الاحوط شائع ہوئی تو اس کی ترسیل وغیرہ کے امور میں کافی کام کیا۔ میں نے بحیثیت صدر اور غلام حسین نورانی صاحب نے بحیثیت جنرل سیکرٹری کافی کام کیا۔فقہ الاحوط، دعوات صوفیہ اور اصول اعتقادیہ کی اشاعت کے بعد عوام میں مذہبی تعلیمات اور جوش و خروش پایا گیا۔ان

کتابوں کی اشاعت کے بعد اس کمیونٹی کو استحکام ملا۔خصوصاً ذوات صوفیہ کی خوش نویسی اور علامہ مرحوم صاحب کے اردو ترجمہ کی عوام نے بہت پسند کیا۔معروف خوش نویس ناصر حسین نے انتہائی کم معاوضہ پر کتابت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے ۔ ذوات صوفیہ کی اشاعت سے قبل اصول اعتقادیہ کی اخوند ابراہیم صاحب عرف گیسو دراز نے اپنے خرچہ سے چھاپ کر عوام میں تقسیم کی۔ یہ کتاب اس مسلک کی عقائد کا واضح ترجمان ہے۔ مذکورہ بالا کتابوں کی اشاعت کے بعد عوام کی آنکھیں کھل گئیں۔ جسے عوام نے بہت سراہا۔اور ان میں مذہبی شعور پیدا ہوا ورنہ اس سے قبل لوگوں کو اپنی کتابوں کے بارے میں معلومات ہی نہیں تھیں۔ یہ کتابیں نایاب تھیں۔اس کے علاوہ ہمارے ادارے نے اسکولوں میں پڑھنے کے لیے نوربخشی دینیات تیسری، چوتھی اور پانچویں کلاس کے بچوں کو پڑھنے کے لیے چھاپ دی۔ یہ کتابیں اسکولوں میں رائج تو نہیں ہوسکیں تاہم لداخ کارگل اور ڈیرہ دون انڈیا میں نوربخشی بچوں کو پڑھنے کے لیے کافی مدد گار ثابت ہوئیں۔

**نوائے صوفیہ:** یہ کتابیں ساری کی ساری علامہ بشیر مرحوم صاحب کی کوششوں سے ترجمہ اور تالیف ہوئیں ان کے بارے میں کیا بتائیں گے؟

**نوری صاحب:** علامہ محمد بشیر مرحوم صاحب انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔انہوں نے تمام مشکلات کے باوجود اس کمیونٹی کی آبیاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مذہبی تعلیم سے آراستہ کیا تھا۔انہوں نے صرف آٹھویں تک مروجہ تعلیم حاصل کی تھی۔ان کا ادبی ذوق لاجواب تھا۔ادارہ ندویہ اسلامیہ نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا اور ان نایاب کتابوں کا ترجمہ کرکے قوم کے لیے بڑا تحفہ دیا۔آج تعلیم یافتہ طبقہ ان سے مستفید ہو رہا ہے۔

**نوائے صوفیہ:** علامہ مرحوم صاحب ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کی پبلیشر کی حیثیت سے قوم کو صحافتی دنیا میں لے آئے۔ وہ فقہی مسائل اور ان کا حل جو کہ عوام کی طرف سے پوچھے گئے مختلف سوالوں کا قرآن وحدیث اور فقہ کی رو سے جواب دیتے تھے۔اور فقہ الاحوط کی تشریح بھی کرتے تھے۔اس کا کوئی متبادل انتظام ہوسکتا ہے؟

**نوری صاحب:** میرے خیال میں علامہ صاحب کا متبادل بہت مشکل ہے۔تاہم عوام کو اس سلسلے میں ریلیف ملنا چاہیے۔اس کام کے لیے مفتی علی محمد ہادی صاحب موزون رہیں گے۔ وہ یہ کام کر سکتے ہیں۔علامہ مرحوم صاحب کی طویل علالت کی وجہ سے یہ خلا پیدا ہوا اسے پر کرنا چاہیے۔کیونکہ زندہ قومیں کسی کے جانے پر آنکھیں بند نہیں کرتی۔اس کے لیے فکر وغور کرنی چاہیے۔

**نوائے صوفیہ:** علامہ مرحوم صاحب کے متعلق آپ کو زیادہ معلومات ہیں ان کے بارے میں قارئین کو کیا دلچسپ معلومات فراہم کریں گے؟

**نوری صاحب:** 1971 میں جب میں کراچی گیا تو ان دنوں علامہ صاحب فقہ الاحوط کا ترجمہ کرنے میں مصروف تھے۔ ان کے اہم ساتھیوں میں مچلو بلتستان کے مولوی حیدر علی صاحب، اخوند محمد ابراہیم عسکری گونڈ چپلو، اخوند محمد علی ہری گون، مولانا غلام محمد حقانی مرحوم، بوا محمد دین سلتروی وغیرہ شامل تھے۔ان علمائے کرام نے علامہ صاحب کی سرپرستی میں ادارہ ندویہ اسلامیہ نوربخشیہ پاکستان کی بنیاد رکھی۔اس ادارہ کے تحت بہت سی نوربخشی کتابیں شائع ہوئیں۔علامہ صاحب طبیعتاً سادہ اور علوم وفنون پر کافی دسترس رکھتے تھے۔اردو ادب اور عربی ادب پر عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علم وادب کے ذریعے اہل نوربخشیہ کو خواب غفلت سے جگایا اور اس کمیونٹی کے تحفظ اور استحکام کا بیڑا اٹھایا۔ آج اہل علم ان کی ترجمہ کردہ کتابوں سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

**نوائے صوفیہ:** فقہ الاحوط کا ترجمہ کس عیسوی میں کیا تھا اس دوران کے احوال کے بارے میں بتائیں؟

**نوری صاحب:** علامہ صاحب نے فقہ الاحوط کا دو دفعہ ترجمہ کیا۔ پہلا ترجمہ غالباً 1970 میں کیا ہوگا جسے انہوں نے اتفاق رائے پیدا کرنے کے بعد بلتستان تک جا کر نوربخشی علماء کرام کو دکھایا۔تاہم بعض علماء نے اس مسودہ کی اشاعت نہیں ہونے دی اور نسخہ بوا مختار برادو نے قبضہ میں

**باقی صفحہ نمبر 8 پر**

سانحہ ارتحال

# علامہ محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ

ابن موسیٰ انور حسن انوری

**مجذوب زماں علامہ محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ کا وصال:**

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

قندیل کی روشنی اپنی تمام تر آب وتاب کے ساتھ ظلمت کدہ مادیت کو منور کر رہی تھی۔ مادیت اور جہالت کا ظلمت کدہ قندیل کی روشنی سے مستفید ہو کر روز بروز روشن ہوتا جارہا تھا۔ تاریک رات میں حسن صبح لازوال جھلک رہا تھا۔ ظلمت کدے کا ہر کنارہ نور قندیل سے منور ہو رہا تھا۔ اطراف واکناف سے ظلمت شب سے ستائے ہوئے اور نور عرفان کے ترسے ہوئے دل قندیل سے اکتساب نور کے لیے آتے اور اپنے ظلمت بھرے دلوں کو نور معرفت سے منور ومزین کر کے تسکین قلب وروح کا سامان کرتے۔ چونکہ ذات وصفات باری تعالیٰ کے علاوہ کائنات ہست وبود کی ہر شئے حادث اور غیر مستقل ہے۔ ہر ذی روح کو رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہی ہے۔ لہذا عالم وعرفان، فقر وسلوک کا یہ چراغ ٹمٹمانے لگا۔ مادیت، گمراہی اور معصیت کی تاریکیاں تو بہت حد تک چھٹ گئی تھیں۔ مگر اب شب فراق نے گھر گھر میں ڈیرے ڈال دیے تھے۔ چراغ شب ایک طویل عرصہ نوری کرنیں بکھیرنے کے بعد بالآخر چوبیس فروری ۲۰۱۵ کو علم وعرفاں کا یہ چراغ ظاہری طور پر ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا۔ اور بزم تصوف میں کہرام مچ گیا۔ نہایت المناک اور اندوہناک کیفیات سے رنج والم کا سناٹا چھا گیا۔ کیونکہ چراغ ہدایت ومعرفت ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔

تم نہیں ہو تو میری بزم میں سناٹا ہے
تم بھی خاموش ہو محفل کی فضا بھی خاموش

مجذوب زماں علامہ محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر سن کر دنیائے تصوف میں شدید رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ ہر دل حزین و مغموم اور ہر آنکھ بے قرار اور اشک بار ہو گئی۔ آپ کے وصال مبارک کے خبر سن کر دور ونزدیک سے معتقدین ومتوسلین کی کثیر تعداد جمع ہو گئی۔ خلق خدا کے جم غفیر نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ واضح رہے کہ آپ کا جنازہ علاقہ کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ قرار پایا۔ اور بالآخر ہزاروں متمسکین اور عشاق نے پرنم آنکھوں اور شکستہ دلوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے الوداع کہا۔ گویا ہر فرد بشر یوں گویا تھا۔

گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن!
بڑی اداس، بڑی سوگوار گزرے گی

راقم کو چونکہ مجذوب زماں علامہ محمد موسیٰ کا فرزند اصغر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ راقم کے یونیورسٹی کے امتحانات ہو رہے تھے کہ اچانک والد گرامی قدر کے وصال کی خبر ملی تو شدید کرب والم اور حزن وملال کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور یقیناً یہ میرے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔ لیکن (الصبر عند صدمة الاولى) ''پہلا صدمہ لاحق ہوتے ہی صبر کرنا صبر کہلاتا ہے۔'' کا مصداق بنتے ہوئے صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑا۔ مگر جب اپنے عواطف ومشاعر اور حزن بھرے احساسات کو صفحۂ قرطاس پر بکھیرتے ہوئے فرط محبت اور شفقت پدری کی یاد میں آنکھوں سے اشکوں کی لڑی جاری ہو گئی۔ تو تعلیم و تربیت، تقویٰ پر استقامت اور حصول منزل کے متعلق کیے گئے پند و نصائح یاد آتے گئے۔ اور دل میں گھر کرتے گئے۔

مگر کون کھو سکتا ہے دل سے یاد ان کی
جن کا ایمان ہو گئی ہو یاد ان کی

مجذوب زماں علامہ موسیٰ مارچ ۱۹۴۰ء کو گلگت بلتستان کی زرخیز سرزمین ڈسٹرکٹ گنگ چھے کے موضع ڈاغونی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مسقط رأس (آبادی گاؤں) کے ساتھ متصل موضع کھرکوہ کے ایک پرائمری سکول سے حاصل کی۔ اور اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے کراچی کا طویل ترین سفر کیا۔ اور کراچی میں مسلسل اور استمرار

کے ساتھ پچیس سال کا طویل عرصہ حصول علم ودین میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ نے جامع دارالعلوم، مدرسہ مظہرالعلوم اور دیگر مدارس و جامعات کے اعلیٰ پایہ کے متبحر علماء اور اساتذہ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۹۸۳ء میں علوم اسلامیہ سے آراستہ ہوکر آبائی وطن واپس تشریف لے آئے، اور معاشرے میں ایک قابل اور متبحر عالم دین کی حیثیت سے نمایاں ہو گئے۔لیکن آپ کی شخصیت پر جذب و کیف اور روحانیت کا غلبہ رہا۔اور اکثر خلوت گزین رہے۔سلوک و تصوف، روحانیت اور مجذوبیت سے غلبہ کی وجہ سے آپ نے ظاہری اور دنیوی شہرت اور عزت کا حصول پسند نہیں فرمایا۔لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے اولیاء ومخلصین سے یہ وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت رکھ دے گا۔لہٰذا ظاہری عزت و شہرت کا خواہاں نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے خلق کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔اور آخری دم تک مرجع خلائق بنے رہے۔اور انشاءاللہ خلق خدا رہتی دنیا تک آپ کے آستانہ معرفت سے اکتساب فیض کرتی رہے گی۔

الٰہی تا بہ ابد آستان یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

آپ نے حیات مبارکہ میں کافی عرصہ روش صوفیہ پر عمل کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ حق کے سلسلے میں بلتستان کے مختلف علاقوں اور وادیوں میں سفر فرماتے رہے۔اور بالخصوص مشتاقان سلوک ومعرفت اور بالعموم عوام الناس کو اپنے فیضان علمی وروحانی سے فیضیاب کرتے رہے۔

آپ ابتداء سے ہی خوش اخلاق، ملنسار، انسان دوست اور مائل بہ تصوف تھے۔آپ عجب پسندی اور غرور و تکبر سے سخت نفرت فرماتے تھے۔آپ کی شخصیت میں عاجزی اور انکساری خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی تھی۔حتیٰ کہ چھوٹے بچوں کو بھی سلام کرتے۔اور شفقت سے پیش آتے تھے۔اور غریبوں سے بڑی محبت سے ملتے اور ان کے مسائل سنتے۔مسائل کے حل کے لیے بارگاہ الٰہیہ میں دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خاص عطا سے دعا مستجاب ہوتی اور مسائل حل ہوجاتے۔اگر آپ کی خدمت میں صاحبان جاہ و منصب اور اہل ثروت حاضر ہوتے تو ان کی لغزش پر ان کو خوب جھاڑ پلاتے تھے۔

آپ نے فقر حقیقی کی زندگی بسر کی۔دنیا سے بے رغبتی اور مولیٰ سے محبت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کے اساتذہ نے کہا کہ سند فراغت لیتے جائیں۔تو آپ نے یہ عرفانی اور تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:"میں نے جو سند لینی تھی وہ مجھے مل گئی ہے۔اس کاغذ کی ڈگری کی ضرورت نہیں ہے۔"

آپ بلند پایہ کے عالم دین تھے۔اور اپنے اندر تبحر علمی (علمی مہارت) کی وجہ سے عجب (تکبر) دیکھنا ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے۔آپ نے دور طالب علمی میں علم منطق کی ایک درسی کتاب "شرح تہذیب" (جو منتہی طلباء کو پڑھائی جاتی تھی) کی اردو زبان میں شرح لکھی تھی۔اور اس کو حیات مبارکہ کے آخری حصے تک علماء کی نظروں سے چھپائے رکھا۔بعض علماء کی جانب سے کتاب کی اشاعت کے لیے اصرار کرنے پر آپ نے یہ حکیمانہ اور عارفانہ جواب ارشاد فرمایا:"اگر میری یہ کتاب چھپ کر منظر عام پہ آجائے اور اہل علم حضرات اسے پڑھ کر میرے علمی مقام کی تعریف کریں تو خدانا خواستہ میرے دل میں عجب پیدا ہوجائے اور میرا اللہ مجھ سے ناراض ہوجائے تو یہ میرے لیے دنیا و آخرت میں خسارہ ہوگا۔"

یعنی آپ نے عجب، غرور و تکبر، خود پسندی اور دنیوی شہرت سے بچنے کی خاطر اپنی لکھی ہوئی کتاب کی اشاعت کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔

آپ صاحب حال، اور صاحب کرامات صوفی تھے۔آپ نے اپنی حقیقت اور مقام کو لوگوں سے چھپائے رکھنے کی کوشش فرمائی۔اس کے باوجود لوگوں پر آپ کی بہت سی کرامات منکشف ہوئیں۔

آج سے تین سال قبل بلتستان کے ڈسٹرکٹ گنگ چھے کے موضع کھرکوہ کے ایک محلہ میں سیلاب کی تباہ کاریاں ہوئیں۔آپ سانحہ سے چند روز قبل محلہ میں تشریف لے گئے تھے۔اور محلہ کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر گھنٹوں وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔اور توبہ کی تلقین فرماتے رہے۔اور سانحہ کی رات ڈیڑھ بجے آپ تن تنہا اس محلہ کے کنارے دامن کوہ میں جلوہ افروز تھے۔حالانکہ آپ ضعیف العمری اور

بینائی کی کمزوری کی وجہ سے رات کو سفر نہیں کر سکتے تھے۔ محلے سے متصل نالے میں خلاف معمول پانی کثرت سے آرہا تھا۔ اہل محلہ بھی وہاں پہنچے تو آپ کو جلوہ افروز پایا۔ اور آپ نے محلّہ کے نوجوانوں کو کنکریاں دم کر کے عنایت کی۔ اور فرمایا جہاں سے پانی کا بہاؤ زیادہ ہو وہاں دم شدہ کنکریوں کو پھینک دیں۔ نوجوانوں نے ایسا ہی کیا تو عینی شاہدین گواہ ہیں کہ جہاں آپ کی دم شدہ کنکریاں پھینک دی جاتی وہاں سے پانی کا بہاؤ اپنا رخ تبدیل کرتا تھا۔ بالآخر آپ کی روحانی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ سیلاب کا ریلا آتا ہی آتا ہے۔ آپ نے رات اہلیان محلّہ سے فرمایا کہ پانی رکنے والا نہیں ہے آپ اپنے گھروں سے سامان نکال کر قرب و جوار کے علاقوں میں منتقل کر دیں۔ چونکہ اس وقت پانی کا بہاؤ قدرے کم ہوا تھا تو بعضوں کو یقین نہیں آیا لیکن صبح سیلاب کا بہت بڑا ریلا آیا اور سارا محلّہ تباہ ہو گیا۔

آپ اکثر اوقات حب الٰہی میں سرشار رہتے تھے، تین ہزار مرتبہ یومیہ تسلسل کے ساتھ اسم اعظم کا ورد فرماتے تھے۔ اور اکثر الاحیان بے ساختہ، بلا ارادہ اور غیر اختیاری طور پر "ھو" کی صدا بلند ہوتی رہتی تھی۔ اور آپ کے دل میں آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب بھی آپ حضورؐ کا ذکر ارفع و اعلیٰ کرتے چشمان مقدسہ سے ابر بہار کی طرح آنسو جاری ہوتے۔ اہلبیت اطہار علیہم السلام سے بھی انتہا درجے محبت کرتے تھے۔ خاص طور جس طرح غیر اختیاری طور پر صدائے ھو بلند ہوتی تھی اسی طرح "علی علی" کی صدا بھی بے ساختہ زبان مبارک سے جاری ہوتی تھی۔

آپ ایک وسیع النظر، وسیع الظرف، وسیع المشرب صوفی اور اتحاد بین المسلمین کے عظیم داعی تھے۔ آپ تنگ نظری، فرقہ پرستی، الحاد پسندی، تکفیریت اور ہر قسم کے تعصبات کے سخت مخالف تھے۔ بالخصوص گزشتہ چند سالوں سے پیدا شدہ فرقہ واریت اور مذہبی تعصبات کی بھرپور مذمت فرماتے تھے اور لوگوں کو میانہ روی، توسط، اعتدال، امن و بھائی چارگی اور پیار ومحبت سے پیش آنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور ساری زندگی فرقہ واریت کے خاتمہ اور امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کو اپنا مشن قرار دے کر بسر کی۔ اور حتی المقدور ان افکار سلیمہ کو پھیلانے کی کوشش فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ وصال مبارک سے چند روز قبل (راقم) کے برادر اکبر سے فرمایا "بیٹا! اب اگر میں اپنے خالق حقیقی سے جاملوں تو دنیا میں میرے لیے کوئی پریشانی باقی نہیں رہے گی۔

برادر اکبر کے استفسار کرنے پر فرمایا کہ " میں نے اپنی ساری عمر کا حصہ فرقہ واریت کے خاتمے اور امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کی جدوجہد میں گزاری ہے۔ اب مجھے پریشانی اس لیے نہیں ہے کہ میرا فرزند اصغر میرے بعد میرے مشن کو جاری رکھے گا۔"

بلاشبہ آپ نہ صرف ایک عالم، فاضل اور صاحب حال صوفی تھے بلکہ آپ اپنی ذات میں امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کی ایک عظیم تحریک بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

## اہل تصوف کے لیے عظیم خوشخبری

معارف نوربخشیہ جو حضرت شیخ شمس الدین اسیری لاہیجیؒ کی شہرۂ آفاق مثنوی مثنوی اسرارالشہود کا منظوم اردو ترجمہ ہے، اور اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لیے خاک پائے اولیائے سلسلۃ الذہب ڈاکٹر غازی محمد نعیم کا ایک اور خوبصورت تحفہ ہے، شاہ ہمدان پبلی کیشنز کے زیر اہتمام دیدہ زیب انداز میں چھپ کر منظر عام پر آنے والا ہے۔ اس عظیم مثنوی میں نوربخشی طریق تصوف کے اسرار و رموز دل نشیں پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت شمس الدین اسیری لاہیجیؒ حضرت غوث الاعظم امام العالم میر سید محمد نوربخش اعلی اللہ مقامہٗ کے اہم ترین شاگرد اور خلیفہ تھے۔ مثنوی اسرارالشہود حقائق و معارف کا ایک بے بہا خزانہ ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد حضرت میر سید محمد نوربخشؒ کی مدح سرائی کے ساتھ ساتھ آپ کی درگاہ میں اپنی حاضری اور راہِ سلوک میں پیش آنے والے واقعات کو اثر انگیز پیرائے میں بیان کیا ہے۔ مترجم نے اس عظیم مثنوی کا ترجمہ ایسے سہل اور رواں انداز میں کیا ہے کہ ترجمے پر اصل کا گماں ہوتا ہے۔ تقابل کے لیے مثنوی کا مستند متن بھی شامل کیا گیا ہے۔ انشاءاللہ یہ کتاب ہر نوربخشی کے گھر کی زینت ثابت ہوگی۔ کتاب محدود تعداد میں چھپ رہی ہے، اس لیے تمام عاشقانِ نوربخشؒ اسے جلد از جلد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

منجانب: مینیجر شاہ ہمدان پبلی کیشنز سکردو/راولپنڈی

سانحہ ارتحال

# ولیِ وقت، عالمِ باعمل، صوفی بزرگ حضرت علامہ محمد بشیر مرحوم

(قسط اول)

**جی ایچ معروفی**

معروف عالم دین صوفی بزرگ حضرت علامہ محمد بشیر صاحب 67 سال کی عمر پا کر 17 مارچ 2015 کو اپنے گھر اسلام آباد میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم کو اپنی آبائی گاؤں براہ بلتستان میں والدین کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ علامہ صاحب آبائی گاؤں براہ بلتستان میں 1948 میں پیدا ہوئے مروجہ تعلیم آٹھویں تک خپلو مڈل اسکول سے حاصل کی۔ بعد ازاں مذہبی تعلیم کے حصول کے لیے پنجاب تشریف لائے اور سرگودھا میں ایک شیعہ دینی مدرسہ میں زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں کراچی روانہ ہوئے اور نیو ٹاؤن مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے وفاق المدارس کا امتحان پاس کیا۔ یہ سند ایم۔ اے اسلامیات کی ڈگری کے برابر ہے۔ اُس دوران فاضل عربی کا امتحان بھی امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ آپ نے طالب علمی کے تحریری میدان میں طبع آزمائی بھی کی۔ فراغت تک عربی ادب، فارسی ادب اور اُردو ادب میں ید طولیٰ اور علم شریعت میں کمال درجہ عبور حاصل کیا۔ یہ 1970 سے قبل کا دور تھا موصوف نے 1970 میں بکھرے ہوئے نور بخشی طلباء کو مختلف مدارس سے جمع کر کے منظم کیا اور نوربخشی قلمی نسخوں کو اُردو میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کے لیے ایک تنظیم بنائی جس کا نام ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ پاکستان رکھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سے قبل پنجاب، سندھ اور دیگر جگہوں میں پڑھنے والے نوربخشی طلباء کا ایک دوسرے سے رابطہ نہیں ہوتا تھا بلکہ جن مدرسوں میں پڑھتے تھے فارغ ہونے کے بعد اسی مسلک کے ہو جاتے تھے اور مسلک نوربخشیہ کو اس مسلک میں ضم کرنے کی کوشش کی جاتی۔ تاہم علامہ صاحب اور اُن کے رفقاء نے اس اہم مسئلہ پر توجہ دی اور میدان میں نکل آئے اور دائیں بائیں جانے والے بہت سے طلباء کو واپس لائے اور اس تنظیم کا رکن بنایا۔ انہوں نے سب سے پہلے اس تنظیم کے زیر اہتمام فقہ احوط کا ترجمہ کر کے علماء کے سامنے رکھ دیا اس کے لیے وہ بلتستان چلے گئے تاکہ اہم علماء سے اس پر نظر ثانی کرا سکیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ کچھ عناصر نے منصوبہ بندی کے تحت اس مسودہ کو دبا دیا اور بہانا یہ کیا گیا کہ اسے ابھی پڑھنا باقی ہے اور واپس نہیں دیا۔ یوں یہ علامہ صاحب کو مسودے سے محروم کر دیا گیا اور بار ہا کوشش کے باوجود دستیاب نہیں ہوا۔ یوں آپ کے خلوص پر پہلا ڈاکہ ڈالا اور آپ مایوس ہو کر واپس لوٹے۔ آپ کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ اسے دوبارہ ترجمہ کریں۔ کیونکہ انہوں نے آپ کو یہ نسخہ نہیں دینا جس پر علامہ صاحب نے ایک لمبا سانس لینے کے بعد ساتھیوں کے مشورہ پر فقہ احوط کا دوبارہ ترجمہ شروع کیا اور بہت ہی قلیل وقت میں اس کا ترجمہ مکمل کیا۔

علامہ صاحب کے ایک قریبی ساتھی بوا محمد دین سلطروی محمود آباد کراچی جو کہ ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ پاکستان کے بانی اراکین میں سے ایک ہیں جن کے گھر میں اور اس تنظیم کا دفتر بھی ہوتا تھا علامہ صاحب کی وفات کی خبر سُن کر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا علامہ صاحب مرحوم اور مولانا غلام حسین نورانی کی وفات ملت نوربخشیہ کے لیے سانحہ سے کم نہیں ہے۔ انہوں نے بذریعہ فون بتایا علامہ صاحب نے طلباء کو یکجا رکھنے اور نوربخشی کتابوں کو اُردو میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس پر انہوں نے دن رات محنت کر کے کام کیا اور پینتیس دنوں کے ریکارڈ مدت میں اس عظیم عربی کتاب کا ترجمہ کر کے قوم کے سامنے رکھ دیا۔ مگر ہمارے بدخواہ عناصر اُن کی قدر نہیں کر سکے۔ وہ جس کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لیتے تھے انہیں یاد ہو جاتا تھا۔ انہوں نے کہا مرحوم علامہ صاحب کبھی کبھار رات کو اکیلے کیماڑی کراچی کے سمندر کے کنارے کچھ وقت گزار کر آتے اور ترجمہ کے دوران جو کہ آخوند ابراہیم گیسودراز کے حجرہ میں دن اور رات

کے وقت کرتے اور تھکاوٹ محسوس ہوتی تو سوسائٹی قبرستان جا کر واپس آجاتے اور پھر ترجمہ کا کام کرتے۔ انہوں نے مزید کہا ہمارے ساتھیوں میں اور بھی قابل طلباء موجود تھے مگر اُن کی عربی، فارسی اور اُردو ادب میں مہارت دیکھ کر باقی حضرات کو لب کشائی کرنا مشکل ہوتا تھا۔ انہوں نے 48 سال تک اس مسلک کی خدمت کی جس کے بعد تعلیم یافتہ طبقہ میں شعوری انقلاب آیا اور کارگل، لداخ، نوبراہ اور ڈیرہ دون ہندوستان تک اس کے اثرات نمودار ہوئے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ صاحب کے ساتھ ابتدائی دنوں میں کام کرنے والے حضرات ابھی تک بقیدِ صحت ہیں۔ NYF پاکستان کے نوجوان حضرات اُن سے انٹرویو لے سکتے ہیں۔ آپ نے دوسری دفعہ ترجمہ کرنے کے بعد انجمن فلاح و بہبود نوربخشیہ محمود آباد کے مطالبہ پر مسجد کے خطیب ممتاز عالم دین مولانا مہدی علی کریمی سے اس کی پروف ریڈنگ اور فروعی مسائل پر مشاورت کے بعد 25 اگست 1972 کو فقہ الاحوط کو شائع کر کے منظر عام لے آئے۔ لوگوں کے خوشی سے آنسو چھلک پڑے اور فوری طور پر اندرون ملک اور بیرونی ممالک تک یہ نسخہ پہنچا دیا۔ جس کے بعد ہر طرف سے تعریفی خطوط آنا شروع ہوئے۔ اس پذیرائی نے علامہ صاحب میں اور حوصلہ پیدا ہوا اور باقی کتابیں بھی ترجمہ کر کے شائع کیے۔ انہوں نے کتاب الاعتقادیہ، دعوات صوفیہ اور حل العقدین نکاح خوانوں کی آسانی کے لیے (عربی میں مختلف طریقوں کے ساتھ نکاح پڑھانے کا کتابچہ) تحریر فرمایا۔ لوگ سمجھتے ہیں انہوں نے خود کتاب نہیں لکھی بلکہ صرف ترجمہ کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے علامہ صاحب بہت کچھ لکھ سکتے تھے مگر اُن کا یہ خیال تھا کہ پہلے اہم کتابوں کا اُردو ترجمہ کریں گے اس کے بعد کتابیں لکھوں گا۔ مگر ہمارے چند ناعاقبت اندیش بدخواہوں نے اُن کی مخالفت کر کے ہر موڑ پر مسائل پیدا کیے جس کی وجہ سے اُن کی دل شکنی ہوئی اور وہ اس طرف جا ہی نہیں سکے۔ مذکورہ کتابیں مسلک نوربخشیہ کی اساس تھی جو کہ عربی اور فارسی میں ہونے کی وجہ سے لوگ اپنے مسلک کی تعلیمات سے ناواقف تھے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملت نوربخشیہ میں تقریری حد تک عالم دین بہت تھے مگر عربی ادب، اُردو ادب اور فارسی ادب میں کسی کو بھی مہارت حاصل نہیں تھی۔ البتہ محرم کے مجالس پڑھانے والوں کی اکثریت تھی مگر اُنہیں لکھنا نہیں آتا تھا۔ یہی حال پورے گلگت بلتستان کا تھا۔ اُردو زبان کے قومی زبان اور رائج الوقت ہونے کی بناء پر ضروری ہو گیا تھا کہ تمام عربی اور فارسی کتابیں اُردو میں شائع کی جائیں تا کہ تعلیم یافتہ نوجوان اپنے مسلک سے واقف ہوں۔ سادہ لوح عوام کو یہاں کتابوں کی عدم دستیابی کا طعنہ دیکر تبدیلی مسلک پر مجبور کیا جاتا تھا۔ گو کہ مذکورہ کتابیں معمولی تھیں۔ مگر رائج الوقت زبان میں ترجمہ کر کے بازار میں پہنچانا اصل مسئلہ تھا جو کہ کامیاب ہوا۔ ان کتابوں کی اشاعت سے انڈیا میں بسنے والے اہل نوربخشیہ کے حوصلے بلند ہوئے اور جینے کا سہارا ملا۔ انڈیا کے اہل نوربخشیہ نے علامہ صاحب سے اُن کی ترجمہ کردہ کتابوں کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ سارے کتابیں وہاں شائع کرنے کا فیصلہ کیا اور علامہ صاحب سے اس کی باقاعدہ تحریری اجازت طلب کی جسے علامہ صاحب نے بخوشی اجازت دی اور یہ کتابیں دراس کارگل سے شائع ہوئیں اور پورے انڈیا میں پھیلا دی گئیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہاں کے مفاد پرست اور اخلاق و قانون کو نہ سمجھنے والے نیم ملاؤں نے علامہ صاحب کی ترجمہ کردہ کتابوں کی چربہ سازی کر کے اور خود کو مترجم ظاہر کر کے یہ کتابیں شائع کر کے فوائد حاصل کر لئے۔ یہ اقدام غیر قانونی غیر اخلاقی اور کاپی رائٹ کی خلاف ورزی ہے۔ اس طرح بعض دکاندار بھی علامہ صاحب کی ترجمہ کردہ کتابیں جن میں فقہ احوط اور دعوات صوفیہ شامل ہے مرحوم سے اجازت لیے بغیر اور بغیر رائلٹی دیے خود چھپوا کر فروخت کر رہے ہیں۔ یہ بھی اس قانون کی خلاف ورزی ہے۔ مرحوم کی اتنی ساری خدمات بغیر کسی معاوضہ کے ادا کیے۔ اہل نوربخشیہ کی کوئی فرد یا تنظیم نے اُن کے خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی اور نہ کوئی تقریب منعقد کی اور نہ مالی فائدے دیے۔

راقم نے دو دفعہ اس سلسلے میں بعض احباب سے مشاورت کی تا کہ اُن کو اُن کی حیات میں پرائڈ آف پرفارمنس کے نام سے ایوارڈ اور مالی فائدہ پہنچایا سکے۔ مگر یہ لوگ راضی نہ ہوئے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ماضی میں دوسرے کسی عالم دین کو ایسا ایوارڈ نہیں دیا گیا تو ان کو کیوں۔ میرے اس مضمون سے لوگ اتفاق نہیں کریں گے مگر ایک قلم کار کی حیثیت سے حقائق و واقعات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مرحوم نے اس مسلک کی آبیاری کے لیے نوربخشی علماء کو خواب غفلت سے جگایا اور نشر و اشاعت کے لیے ایک ادارہ بنایا تا کہ اس ادارہ کے ذریعہ نوربخشی کتابیں عربی اور فارسی سے اُردو میں ترجمہ کر کے ملت نوربخشیہ کو اپنے مسلک سے روشناس کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ پاکستان کے نام سے ایک انجمن نے گورنمنٹ سے منظور کروا

کر نوربخشی مسلک کے نادر قلمی نسخوں کا اُردو ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اس ادارہ نے ابتدا میں تین اہم کتابوں کا ترجمہ کر کے منظر عام لے آیا اور نوربخشی طلباء کے بار بار اصرار پر گلگت بلتستان کے نوربخشی طلباء کیلئے دینیات اور نکاح خوانوں کی آسانی کیلئے کتاب لکھی۔ یوں ابتدائی طور پر یہ ضروری اور اہم کتابیں شائع کی گئیں جس سے عوام مستفید ہوئے۔ اس سے قبل کسی عالم دین یا شخص کو توفیق نہیں ہوئی کہ اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے پر لگائے تا ہم بعض عناصر نے یہ خیال کرتے ہوئے اس طرح تو ہم پیچھے رہ جائیں گے اور ایک بے راہ والے کا چرچا ہوگا۔ انہوں نے کئی تدبیریں سوچیں آخر کار چند و کمیٹی کے نام سے ایک وفد کراچی وارد ہوا۔ اُنہوں نے عوام وخواص کو ایسا تاثر دیا گویا وہ خود مختار کل اور نوربخشی مسلک کی وفادار ٹیم ہے۔ اُنہوں نے اتفاق واتحاد کے نام پر اور ریکارڈ چیک کرنے کے بہانے اس اشاعتی ادارہ کے کاغذات لے لیے اور جلد واپس کرنے کے وعدہ کے ساتھ لے گئے۔ مگر واپس ندارد علامہ چونکہ عالم باعمل تھے، خود نیک اور با اصول آدمی تھے، لہذا یہ سوچ کر کہ دوسرے بھی وعدہ خلافی نہیں کریں گے، خاموش رہے۔ مگر اس دفعہ بھی ان کے ساتھ دھوکہ ہوا جس طرح پہلی ترجمہ کردہ فقہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس واقعہ سے علامہ صاحب کو سخت دھچکہ لگا اور مایوسی کا شکار ہو کر پھر کسی بھی کتاب کا ترجمہ نہیں کیا اور نہ مذہبی کاموں میں دلچسپی لی۔ اس لیے اُنہوں نے بجا طور پر لکھا ہے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اس کے بعد 20 سال تک کوئی قابل ذکر نوربخشی کتاب شائع ہوئی اور نہ کسی نے اس سلسلے میں آواز بلند کی۔ البتہ گروہی سیاست کے فروغ کے لیے دلائل پر مشتمل چھوٹی موٹی کتابیں شائع ہوئیں۔ اب 2015 میں ڈاکٹر غازی نعیم صاحب، غلام حسن شگری، غلام رسول کریسی، مولانا محمد انور اور حاجی ثناء اللہ وغیرہ نے نوربخشی کتابوں کی اشاعت کے لیے ایک پریس قائم کر دیا ہے۔ اُمید ہے یہ نوربخشی کتابوں کی اشاعت میں کافی مددگار ثابت ہوگا۔ غلام حسن نوربخش نے سلسلہ ذھب کے چند بزرگوں کی کتابیں ترجمہ کر کے شائع کی ہیں۔ اور تحقیقی کاموں میں خصوصاً قلمی نسخوں کی جمع و تدوین میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور ڈاکٹر غازی نعیم صاحب بھی ان کی کتابوں کے ترجمہ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

راقم الحروف جب 1972 میں کراچی وارد ہوا اس وقت علامہ صاحب نوجوان تھے۔ جب بھی ادھر اُدھر جانا ہوتا تھا وہ صاف ستھرے لباس اور شیروانی زیب تن کیے ہوئے نکلتے تھے۔ اُن کے لباس خصوصاً شیروانی کا خرچہ ہری گوپہ آخوند علی صاحب برداشت کرتے تھے۔ اور کھانے پینے کا انتظام اور خرچہ گیسو دراز کرتے تھے۔ وہ جب بھی محمود آباد آتے بوا محمد دین کے گھر پر قیام کرتے۔ یہی گھر ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ کا دفتر ہوتا تھا۔ اس گھر میں اجلاس ہوتے تھے۔ آنے والے طلباء کی جیب خرچ اور انتہائی خلوص ومحبت سے خدمت کرتے اور محسوس نہیں ہونے دیتے تھے۔ بوا عبید الرحمٰن کریسی جو کہ ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی محمود آباد آباد ہوئے تھے۔ جب بھی مسجد میں کوئی مذہبی پروگرام ہوتا تھا وہ خطاب کرتے اور کئی بار کہا علامہ صاحب نے فقہ کا ترجمہ کر کے بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا۔ مگر بلتستان لے جا کر تصدیق کرواتے پھرے، یہ غلطی بھی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ جن کے پاس لے جاتے ہیں وہ بے شک عربی اور اُردو سمجھتے ہوں یا نہ ہوں مگر مغرور ہو گئے۔ جس کی وجہ سے اُنہوں نے غلط فائدہ اٹھایا۔ بعض عناصر علامہ صاحب کی علمی قابلیت سے حسد کرنے لگے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے علامہ صاحب نے وہ کام کیے جو وہ نہیں کر سکتے تھے۔ اُن سب کو علامہ صاحب کا احسان مند ہونا چاہیے تھا۔ ورنہ اس سے قبل کتابیں نہ ہونے کا طعنہ دیکر ہزاروں کی تعداد میں لوگ دائیں بائیں کر لیے گئے۔ مگر کسی نے لب کشائی

نہیں کی۔ جبکہ علامہ صاحب نے نوربخشیوں کی اہم کتابیں شائع کر کے انہیں دائیں بائیں جانے سے بچایا تو اُن کے مخالف ہو گئے۔ یہ عناصر نہ خود کچھ کر سکتے تھے اور نہ دوسروں کو کام کرنے دیکھ سکتے تھے۔ اُنہوں نے مثال دیتے ہوئے بتایا ملا حمزہ مرحوم نے کتاب فلاح المومنین اور نور المومنین شائع کر کے بڑا کارنامہ سر انجام دیا تھا مگر یہی لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ اُن کا جینا محال کر دیا تھا۔ لہذا کبھی ہمت نہ ہاری۔ کیونکہ لوگوں نے ایک منظم انجمن بنائی ہے انشاء اللہ اس مسلک کی آبیاری کے لیے کام ہوگا۔

(جاری ہے.........)

درسگاہ

# مدرسہ شاہ ہمدان کا انیسویں سال

غلام حسین بلتستانی

۱۹۹۴ء کا نوزائیدہ، خوش نما اور روح پرور پودا اپنے انیسویں سال مکمل کر کے بیسویں سال میں داخل ہونے والا ہے۔ اس انیسویں سالوں کے دوران وہ پودا ایک تناور چھتنار درخت بن گیا ہے اور وہ ہر طرف اپنی پھلوں، پھولوں اور سر سبز شادابی کے خوش ذائقہ، خوش نما اور حیات بخش تازہ ہوائیں آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں۔ انیسویں سال کے اختتام پر رنگ و نور کی خوشبو بکھیرنے والے خوش نصیب طلباء و طالبات کے سالانہ نتائج کے اعلان کے سلسلے میں اس زرخیز قطعہ ارضی پر تعمیر بے مثل درس گاہ میں ایک عظیم الشان تقریب کا اہتمام کیا۔ اس پر نور تقریب کی صدارت حاجی شاہ اللہ سابق سیکریٹری گلگت وبلتستان چیئر مین تعمیراتی کمیٹی نے کی۔ جبکہ نظامت کے فرائض مولانا عبد السلام نے سرانجام دیے۔ اس متبرک محفل میں اساتذہ کرام طلبہ اور اہل تصوف کے پروانوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس خصوصی تقریب کے موقع پر فارغ ہونے والے خوش نصیب طالب علموں کی دستار بندی کی کوشش کی۔ جبکہ فارغ التحصیل طالبات کی الوداعی تقریب مارچ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

خدائے بزرگ و برتر بارگاہ الٰہی کے لاریب کتاب قرآن مجید کی تلاوت کلام پاک سے اس پر نور محفل کا آغاز ہوا۔ بعد از خدائے بزرگ حمد و ثنا رحمت دو عالم شافع محشر کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرنے کے بعد تقریب کے انعقاد اور غرض و غایت پر تفصیل سے جناب الطاف مہتمم اعلیٰ نے روشنی ڈالی۔ اس موقع پر مقررین نے علم کی نور کو پھیلانے کے سلسلے میں مدرسہ شاہ ہمدان کے اساتذہ کرام، منتظمین، کارکنوں اور رفارغ التحصیل طلبہ کی علمی کاوشوں پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کی۔ اور توقع ظاہر کی گئی کہ مستقبل قریب میں یہ درسگاہ جامع شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ کی طرف قدم بڑھانے میں معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

مہمان خصوصی جناب حاجی شاہ اللہ نے اپنی تقریر میں علم و آگہی اور مدرسہ شاہ ہمدان کی علمی خدمات پر اپنی زرین خیالات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر جناب موسیٰ علی نے سالانہ نتائج کا اعلان کیا۔ اس سال کل پینسٹھ طلبا نے امتحان دیا۔ نتیجہ اٹھانوے فیصد رہا۔ پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب طلباء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

جماعت پنجم سے محمد علی سیلنگ، احمد نوری شگر، مبارک علی تھلے، جماعت چہارم سے مہدی علی کریس، عنایت علی کھرکو، محمد علی شگری، جماعت سوئم سے وقار حسین تمس، ذاکر علی براہ، حمایت علی شگر، جماعت اولی سے وقار احمد، حمایت علی شگری، محمد حسین تھلے، جماعت اولیٰ سے علی حسن چھوربٹ، محمد اقبال شگر اور حسین عسکری کریس نے بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔

بہترین کارکردگی پر علی حسن چھوربٹ، محمد اقبال شگری اور وقار حسین کو انعامات سے نوازا گیا۔

ششماہی امتحان کا نتیجہ حوصلہ افزا نہیں تھا۔ لیکن اساتذہ کرام طلبہ کی شانہ بشانہ محنت کی وجہ سے سالانہ امتحان کے نتائج قابل فخر رہے۔ پرنسپل مدرسہ علامہ شیخ عبد اللہ نے بحیثیت صدر محفل و میزبانی صدارتی خطبہ میں اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ انہوں نے ملک بھر کے صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکاروں، ملک سے باہر روزگار کے سلسلے میں مقیم صوفیوں کا شکریہ ادا کیا۔ جن کی بے لوث خدمات اور جذبہ ایمانی کی بدولت مدرسہ شاہ ہمدان علم کا چراغ روشن کرنے اور علم کا نور پھیلانے میں مصروف ہے۔ انہوں نے تدریسی عمل، امتحانات کے عمل اور رزلٹ مرتب کرنے پر مولانا داؤد علی کی خدمات کو سراہا گیا اور تمام اساتذہ کرام کی طرف سے مکمل تعاون پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

قارئین کے علم میں ہے کہ مدرسہ شاہ ہمدان میں سالانہ داخلہ ہر سال مارچ کی پندرہ تاریخ تک مکمل کیا جاتا ہے۔ داخلہ کی

درخواستیں یک مارچ سے دس مارچ تک، تحریری ٹیسٹ گیارہ مارچ، انٹرویو بارہ مارچ اور اعلان پندرہ مارچ کو ہوتا ہے۔ جبکہ تدریسی عمل کا آغاز اکیس مارچ سے شروع ہوتا ہے۔

داخلہ پالیسی کے تحت دستورالعمل کی روشنی میں بلتستان بھر سے اور ملک بھر سے اہل تصوف کے طلبہ و طالبات داخلے کے حقدار ہیں۔ محدود وسائل اور دیگر وجوہات کے بنا پر نشستیں کم ہیں۔ ہر یونین کونسل سے میٹرک پاس طلبا و طالبات داخلہ ٹیسٹ اور داخلہ کے حقدار قرار پاتے ہیں۔ کسی یونین کونسل سے میٹرک پاس طلبہ نہ ملنے کی صورت میں کم از کم مڈل پاس ہونا ضروری ہے۔ یونین کونسل کے طلباء و طالبات کو ترجیحی بنیادوں پر داخلہ دینے کی سفارش داخلہ کمیٹی کے اراکین اور اس یونین کونسل کے ممبر، نمبردار، خطیب و پیش امام اور معتبرین کی روشنی میں داخل کیا جاتا ہے۔

بحمد اللہ مدرسہ شاہ ہمدان میں رہائشی اور تدریسی کمروں، باتھ رومز، کانفرنس ہال، اور اساتذہ کرام کے لیے رہائشی کمرے مکمل ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ پرنسپل آفس اور سٹاف روم بھی دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ ڈائینگ ہال، سٹورز اور کارکنوں کے لیے رہائشی کمرے بھی مکمل ہو چکے ہیں۔

مدرسہ شاہ ہمدان کی تعمیر نو کی تکمیل کا سہرا تعمیراتی کمیٹی کے سربراہ الحاج شاہ اللہ سابق سیکرٹری گلگت بلتستان کے سر جاتا ہے۔ اس عظیم پروجیکٹ کے سلسلے میں تفصیلی مضمون چیئرمین تعمیراتی کمیٹی کی اجازت سے آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

سال ۲۰۱۴ کی کامیابیوں اور خامیوں پر نظر ڈالی جائے تو اس سال طلبہ و طالبات نے سالانہ مطالعاتی اور تبلیغی سرگرمیاں ناگزیر وجوہات کی بنا پر جاری نہ رکھ سکا اور طلبہ کی یونیفارم کو یقینی بنانے میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ طالب علموں نے خود یونیفارم کا بندوبست کیا جس سے مذہبی تہوار اور تقریبات میں اپنی رنگ شناخت بتانے میں کامیاب ہوئے۔ اللہ نے چاہا تو ۲۰۱۵ میں راولپنڈی اسلام آباد میں مقیم اہل تصوف کے پیروکاروں کی مدد سے یہ کام بھی ممکن ہونے کی امید ہے۔

تعلیمی سال ۲۰۱۴ میں بھی طلبہ و طالبات کے رمضان المبارک، عید الاضحیٰ اور محرم الحرام کے ایام میں اپنی علمی صلاحیتوں اور عالمانہ واعظوں، خطبات اور تبلیغی کاوشوں کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس سال میں مدرسہ شاہ ہمدان میں فری ڈسپنسری کا قیام قابل ستائش ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحبان، میڈیکل ریپ اور جناب حاجی غلام علی کی طرف سے بچا کو ہدیہ تحریک پیش کیا جاتا رہے گا۔

سال ۲۰۱۴ میں بھی مدرسہ شاہ ہمدان کے طلبہ اپنی علمی خدمات کے سلسلے میں گھروں اور مساجد میں محلوں کے طالب علموں کے قلبوں کو علم کی نور سے منور کرتے رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ نویں جماعت سے گریجویشن تک مروجہ تعلیم جاری رکھا۔ اور امتحانات میں کامیاب رہے۔ شکر کا مقام یہ ہے کہ سال ۲۰۱۴ میں دو عشروں کے خوابوں کی تعبیر کی طرف پیش رفت ہوئی۔ انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ) سکردو بلتستان کے اراکین، سرپرست اعلیٰ، جنرل سیکرٹری غلام علی حیدری، حاجی الطاف حسین، مولانا محمد اقبال جاوید، مولانا محمد افضل، مولانا عبدالسلام، جناب حاجی مہدی شگر ہورچس اور عمائدین ہورچس شگر کے عوام نے مدرسہ شاہ ہمدان کا کیمپس (یونٹ) کھولنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی طرح چپلو خاص کھرکو، ڈغونی، بلغار، کورو، چھوربٹ، تھگس، دم سم، پھڑاوا، شطلو و میں بھی مدرسہ کی کیمپس کھولنے کی سعی کریں۔ مولانا عبداللہ نے نمایاں کردار ادا کر کے مدرسہ کی اختتامی تقریب و تدریسی عمل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مولانا محمد ابراہیم نے تمام ذمہ داریاں بخوبی سنبھال رکھا ہے۔

مدرسہ شاہ ہمدان کے اراکین میر میک کے عوام سے اپیل کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ تعمیر شدہ مدرسہ میں جلد سے جلد کلاسوں کے اجرا کو یقینی بنائیں۔

سال کے دوران کئی مسائل، علمی، فقہی اور انتظامی امور کے سلسلے میں پیش آئے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے کامیابیاں نصیب میں آئیں۔

مدرسہ کے مشاورتی بورڈ کا تسلسل سے انعقاد نہ ہو سکا۔ پھر بھی سرپرست اعلیٰ حاجی غلام محمد، انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ) سکردو، مدرسہ کے منتظمین جناب الطاف حسین، صوبیدار (ر) ابراہیم، جناب محمد، جناب مہدی عسکری او دیگر اہل تصوف کے

باقی صفحہ نمبر 18 پر

اخبار تصوف

# دنیائے تصوف کی خبریں

جی ایم شاہین

## تعزیتی کانفرنس

یوں تو اس فانی دنیا میں انسان آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور بعض انسان کچھ کر گزرتے ہیں اور اپنا کچھ یادگار چھوڑ جاتے ہیں اور بعض آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ان کے نہ آنے کا کچھ پتہ چلتا ہے اور نہ جانے کا افسوس اور نہ ہی کوئی رنج وغم کی کیفیت۔کئی انسان انسانوں کے درمیان رہ کر کئی ایسے کارہائے خیر سرانجام دیتے ہیں جن کا احساس اس مردِ حق کے جانے کے بعد ہونا شروع ہو جاتا ہے،ایسے اشخاص میں صوفی بزرگ ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر براہ والے کا بھی نام آتا ہے،اگر ہم ایک ساعت کے لیے سوچیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ عالم نوربخشیت کے لیے علامہ صاحب کے کئی عظیم احسانات ہیں،جن میں سرِفہرست تصوف کے دبستان کا شاہکار کتاب الفقہ الاحوط کا ترجمہ اور دیگر دعواتِ صوفیہ اور اصولِ اعتقادیہ کا ترجمہ وغیرہ آتا ہے،عالم نوربخشیت میں لفظ علامہ کا نام لیتے ہی اس صوفی منش ہستی کا حلیہ مبارک ذہن میں آتا ہے،کیونکہ اس درویش صفت انسان نے اپنی پوری زندگی کو دینِ حقہ کے لیے وقف کر رکھا۔اور اپنی قیمتی قلم کی تحریر کے ذریعے نہ صرف نوربخشیت کی ڈگمگاتی کشتی کو پار لگا کے دم لیا بلکہ مذہبِ حقہ کے ایک حقیقی ترجمان کی حیثیت سے ملتِ صوفیہ کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کا بیڑا اٹھا کر کے تبلیغ اشاعت کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا جو کہ موصوف کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے ناممکن سے کم نہیں تھا۔یوں تو عام قلمکاروں کی تحریر کو پڑھنے کے لئے یقیناً ماحول اور فضا کے ساتھ ساتھ توجہ درکار ہوتی ہے،توجہ ہٹنے کی ٹینشن رہتی ہے اور تحریر دل و دماغ میں نہ بیٹھنے کی ٹینشن بھی ہوتی ہے پھر بھی اگر وہ ذہن میں نہ بیٹھے تو رٹنے پر مجبور ہو جاتا ہے یا تو اس تحریر کو بند کر کے الماری میں رکھنے میں عافیت سمجھتا ہے،مگر صد بار سلام ہو ابوالعرفان کی تحریر کو کہ جن کی تحریر قاری کو یک دم اپنا گرویدہ بنا دیتی تھی،ایک بار پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھنے کو دل کرتا،قاری ان کی تحریر کو دس بار بھی پڑھے مگر نہ معمولی بوریت محسوس ہوتی اور نہ ہی توجہ ہٹنے کا ڈر،بس ایسا محسوس ہوتا کہ قاری علم وعرفان کے پانی سے وضو کر رہا ہو اور عرفان کے پانی سے باوضو ہو کر علم وعرفان کی کشتی میں سوار ہو رہا ہو اور رب العالمین کے حضور اپنی گناہوں کی بخشش کے متمنی بن کر سفرِ آخرت کے لئے رختِ سفر باندھ رہا ہو۔یقیناً یہ تمام کیفیتیں موصوف کی عرق ریزی سے لکھی قیمتی تحریریں موجزن ہیں۔موصوف کی ذہانت کا کیا کہنے کہ ملتِ نوربخشیہ کو درپیش چیلنجز کا انہوں نے ڈٹ کر نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ اس پاک ملت کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لئے کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔اس براہ والے مردِ قلندر نے نہ ہی دنیا والوں کی کسی پیشکش کو قبول کیا اور نہ اپنی ذات کے لئے کچھ کیا،بلکہ چھوٹے سے کمرے میں زندگی گزارنے میں عافیت جانی،اور احیائے تصوف کے لئے اپنے تن من دھن کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا،آج ملتِ نوربخشی کا ہر فرد اگر فقہ الاحوط اور ان کی تراجم کردہ کتابیں بہ آسانی سمجھ سکتا ہے تو یہ انہی کی مرہونِ منت ہے۔

جب اس عظیم اور گراں قدر ہستی کی المناک موت کی خبر پہنچی تو پورے علاقے میں یک دم پھیل گئی یہ خبر سن کر ہر آنکھ اشکبار تھی اپنا ہو یا پرایا ہر شخص ماتم کناں تھا۔ان کا جسدِ خاکی اسلام آباد سے اپنے آبائی گاؤں براہ شوڑدا میں لایا گیا جہاں ہزاروں عقیدت مندوں اور سوگواروں کی آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا۔

یوں تو پورے پاکستان میں ان کے عقیدت مندوں نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے قرآن خوانی کی محفلیں سجائیں۔ایسے میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن براہ بالا یونٹ نے مرحوم کی رسمِ قل کے سلسلے میں ان کی عظیم دینی اور ملی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ایک تعزیتی کانفرنس کا انعقاد کیا۔جس میں بلتستان کے جید علمائے کرام،مفکرین،ادباء،زعماء،دانشوروں اور مقالہ نگاروں کو دعوت دی

گئی۔موصوف سے والہانہ عقیدت رکھنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کانفرنس میں شرکت کے لئے خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ براہ بالا پہنچی۔ جہاں صبح سے لے کر ظہر تک قرآن خوانی جاری رہی اور بعد از نماز ظہر کانفرنس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔طالب علم عبدالسلام نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی جبکہ مولانا محمد امین نے بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔اس کانفرنس کی صدارت فخر نوربخشیہ وصدر سپریم کونسل علمائے صوفیہ نوربخشیہ الحاج سید جمال الدین الموسوی کر رہے تھے۔اور مہمانِ خصوصی کی نشست پر عظیم روحانی پیشوا الحاج فقیر محمد ابراہیم جلوہ افروز تھے۔جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا نثار حسین براہوی ادا کر رہے تھے۔بعد ازاں عنایت اللہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کر کے تمام مہمانوں کا استقبال کیا۔مولانا انور علی تھلوی نے سامعین سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت علامہ وہ عظیم انسان تھے کہ جس نے پوری زندگی اسلاف کی تعلیمات کے عین مطابق زندگی گزار کر مذہب حقا کی صحیح معنوں میں ترجمانی کی اور مسجد ومحراب کی زینت بنے۔اس کے بعد نامور شاعر وقلمکار احسان علی دانش نے مقالہ پیش کیا اور علامہ صاحب کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور مرحوم کی المناک موت اور جسد خاکی کو اسلام آباد سے آخری آرام گاہ تک لانے کا منظر نامہ پیش کیا اور اپنا منظوم پیش کیا۔

مولانا عبدالسلام نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ علامہ صاحب وہ عظیم المرتبت ہستی تھی کہ جس نے عالم نوربخشیت میں حق کا علم گاڑا اور احیائے تصوف کے لئے اپنا مشن جاری رکھا نیز انہوں نے معتقدین کو علم کی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے بتایا اور عصر حاضر کے درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لئے خود کو تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے کی تلقین کی۔

بعد ازاں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے خطیب وامام جمعہ خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ مولانا عارف حسین نے کہا کہ آپ کی زندگی تمام عالم اسلام کے لئے مشعل راہ ہے۔اسی کے مطابق زندگی گزار کر ہم ملت نوربخشیہ کی صحیح معنوں میں خدمت اور حفاظت کر سکتے ہیں۔اس کے بعد سیکرٹری جنرل سپریم کونسل علمائے صوفیہ نوربخشیہ و نامور شعلہ بیاں مقرر مولانا محسن علی ساقی نے سوگواروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علامہ صاحب کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا انتہائی مشکل ہے۔آپ بیک وقت نہ صرف علامہ، ادیب، مفکر، مفسر، مقرر، خطیب ومحقق تھے بلکہ ایک عظیم دانشور وزبان شناس ہستی تھے۔آپ کی بچپن سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر بڑھاپے کا جو سفر ہے وہ مذہبی خدمات سے لبریز ہے،آپ نے نہ صرف نوربخشیت کو ایک پہچان دی بلکہ مثالی زندگی گزار کر تالیف وتدوین کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔آپ ماضی حال مستقبل کا صحیح ادراک رکھنے والے ایک دردِ دل درویش صفت انسان تھے۔کانفرنس کے مہمانِ خصوصی جناب فقیر ابراہیم نے اپنے خطاب میں کہا کہ علامہ صاحب کی دینی خدمات لائق صد تحسین وآفرین ہے،آج کل ہمارے علماء کو ان کی حیاتِ طیبہ کو مشعلِ راہ بنا کر اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کی ضرورت ہے۔اگر ہم منظم ہو کر اپنے اندر اتفاق واتحاد قائم کر کے اپنی جڑوں کو مضبوط کریں گے تو باطل کا ہم ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں گے۔اس کے بعد کانفرنس کے روح رواں جناب سید جمال الدین نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ ابوالعرفان براہ والے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔اگر نوربخشی دنیا میں اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا کا اصل مظہر دیکھنے کو ملتا ہے تو وہ علامہ ہی تھے، کہ جس نے دنیا میں رہ کر عام انسانوں کی طرح نہ تو کوئی عالی شان عمارتیں بنائیں اور نہ ہی دولت وغیرہ۔ ہاں چاہتے تو بنا سکتے تھے۔ مگر ایک مختصر سے کمرے میں رہ کر ملت نوربخشیہ کی خدمت کرنے کو ترجیح دی اور اسلاف کی تعلیمات کو عام فہم بنا کر مثالی کردار ادا کیا۔آج ہم سب کو مرحوم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔اس کے بعد کانفرنس کے میزبان جناب مولانا غلام حسین سیف اللہ براہوی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور دعائیہ کلمات کے ساتھ کانفرنس کا اختتام کیا۔اور تبرکات تقسیم کی گئیں۔

رپورٹر:مولانا نثار حسین براہوی

## قرآن خوانی

گزشتہ دنوں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کورنگی کراچی میں فخر نوربخشیہ ابوالعرفان علامہ محمد بشیر کے انتقال پر انجمن صوفیہ نوربخشیہ اور ACK، NYF یونٹ کے زیر اہتمام قرآن خوانی کا

اہتمام کیا گیا جس میں علماء اکرام سمیت کثیر تعداد میں اہل تصوف کے پروانوں نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کے لئے صبر جمیل عطا کرے۔ رپورٹر: نیاز علی

## تعزیتی اجلاس

جناب بوا محمد حسین آزاد کرامنگ سابق صدر این وائی ایف اسلام آباد یونٹ کی والدہ محترمہ کے انتقال پُر ملال پر کرامنگ ہاؤس اسلام آباد میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوئی جس میں مولانا حسن نوری بت شکن، مولانا ابراہیم بیگ، دانیال نوری محمد نواز، اشرف علی، مبارک علی محمد اظہر، نجم دین جلالی ان کے علاوہ اسٹوڈنٹ بلاک کی کثیر تعداد طلباء نے شرکت کی اور مرحوم کے ایصال وثواب کے لیے خصوصی فاتحہ خوانی کی اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ رپورٹر: محمد نواز

## تعزیتی ریفرنس

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ علی پور اسلام آباد کے زیر اہتمام علی پور اسلام آباد میں ممتاز عالم دین، فخر تصوف، حضرت علامہ محمد بشیر کی وفات پر تعزیتی ریفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں حافظ ذاکر علی ثاقب خطیب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ جی سیون فور، مولانا گلزار تھلوی، کابینہ کے صدر محمد موسیٰ و دیگر اراکین، مشاورتی کونسل کے چیئرمین انجینئر غلام حسن و دیگر ممبران، مدرسہ شاہ ہمدان علی پور کے معلمین وطلبہ و طلبات، این وائی ایف علی پور کے صدر عبدالرحیم سکساوی و دیگر ممبران، این وائی ایف وومن ونگ کی صدر مہرین انصاری و دیگر عہدیدار، تعلیمی کمیٹی کے چیئرمین ماسٹر محمد حسین و دیگر اراکین، انجمن کے جنرل ممبران، بلتستان سے تشریف لائے ہوئے مہمانوں کے علاوہ خواتین و حضرات کی کثیر تعداد نے خصوصی شرکت کی۔ تعزیتی ریفرنس کے پہلے سیشن میں شرکاء نے علامہ محمد بشیر مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور ختم القرآن پر اجتماعی دعا مانگی گئی۔ دوسرے سیشن میں مرحوم کے فکری نظریاتی، قلمی، اشاعتی اور دینی کارناموں پر مقررین نے روشنی ڈالی۔ انجمن کے جنرل سیکریٹری جی ایم شاہین نے خطاب کرتے ہوئے کہا علامہ محمد بشیر کی وفات سے مسلک نوربخشیہ ایک بہت بڑے عالم دین سے محروم ہو گئے۔ ان کی دینی تبلیغ اور اشاعتی کارناموں کو اہل تصوف زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ انہوں نے علامہ مرحوم کے مشن کو زندہ و جاری رکھنے کی ضرورت پر زور دیا اور مولانا غلام حسین سیف اللہ کو انجمن ہذا کی نمائندگی کرتے ہوئے علامہ مرحوم کی میت کے ساتھ بلتستان روانا کرنے پر انجمن کے فیصلے کو سراہا۔ حافظ ذاکر علی ثاقب نے اپنے خصوصی خطاب میں کہا کہ علامہ مرحوم پائے کے ایک عالم دین تھے جن کا کوئی ہم سر نہیں۔ علامہ علم دوست، علم شناس شخصیت کے مالک تھے۔ اور اپنی پوری زندگی نشر و اشاعت، وعظ و تبلیغ، تصنیف و تالیف میں صرف کی۔ الفقہ الاحوط، دعوات الصوفیہ اور اصول اعتقادیہ کا اردو ترجمہ اور اسلامیات کا نصابی کورس علامہ مرحوم کے ہمارے لئے بڑے احسان مند کارنامے ہیں۔ اہل نوربخشیہ جب اندھیرے میں دھنس رہے تھے اور بکھر رہے تھے یہ علامہ ہی کی کوشش تھی کہ انہوں نے اہل نوربخشیہ کو اپنے اسلاف کی کتابوں کا اردو ترجمہ کر کے عام عوام کی دسترس کے لیے آسان بنایا۔ آپ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے بانی تھے۔ آخری سفر کے دوران مرحوم کے عقیدت مندوں اور چاہنے والوں کا اسلام آباد سے سیاچن کے دامن تک والہانہ لگاؤ قابل دید تھا جسے الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا گلزار تھلوی نے اپنے خطاب میں اسلاف کے بتائی ہوئی تعلیم پر صحیح طرح عمل پیرا ہونے اور اپنی نجی زندگی میں عمل پیرا رہنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ علامہ کا مشن بھی یہی تھا۔ آخر میں صدر انجمن محمد موسیٰ نے تعزیتی ریفرنس میں شرکت کرنے پر حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ جی ایم شاہین۔ جنرل سیکریٹری

## تعزیتی رپورٹ

این وائی ایف ویمن ونگ براہ وبالا کے زیر اہتمام مدرسہ انوارالعلوم اسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ میں ابوالعرفان علامہ محمد بشیر کی ایصال و ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔ قرآن خوانی میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ قرآن خوانی کے بعد ایک تعزیتی تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب سے مولانا غلام حسین سیف اللہ، مولانا نثار حسین، عنایت اللہ براہوی، ہدایت اللہ اور مہرا بانو نے خصوصی خطاب کی۔ مقررین نے علامہ صاحب کے کارہائے نمایاں خدمات پر روشنی ڈالی اور ملت نوربخشیہ کو ان کی مشن پر چلنے کی ہدایت کی۔

رپورٹر: عنایت اللہ براہوی

## تعزیتی اجلاس

انجمن صوفیہ نوربخشیہ کارگل لداخ انڈیا اور صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن لداخ نے صوفیہ نوربخشیہ کے مشہور ومعروف عالم دین جناب حضرت علامہ ابوالعرفان محمد بشیر کے وفات کے موقع پر ایصال و ثواب کے لیے مقامی مسجد کے علاوہ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ دراس میں جناب سید محمد باقر شاہ الموسوی اور جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ کارگل میں جناب مولانا رحمت اللہ کی زیر قیادت مجالس فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر گردونواح سے تمام اہل تصوف کے علمبرداروں نے شرکت کی۔ فاتحہ خوانی کے علاوہ مرحوم نے ملت صوفیہ نوربخشیہ کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے ان کو سراہا اور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ فاتحہ خوانی کے آخر میں جناب ماسٹر حشمت اللہ صاحب سیکرٹری نشرواشاعت صوفیہ نوربخشیہ ضلع کارگل لداخ انڈیا نے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مرحوم ایک مایہ ناز عالم دین اور مترجم ومصنف بھی تھے جن کی علمی صلاحیت کا اعتراف موافق ومخالف سب نے کیا ہے۔ مرحوم نے قلم کے ذریعے خوابیدہ خیالات کو زندہ کیا اور ذہنی جمود کو بیدار کر کے متلاشی حق کی رہنمائی کی۔ جناب حشمت اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں لوگوں پر زور دیا کہ الفقہ الاحوط، دعوات صوفیہ اور کتاب الاعتقادیہ پر عمل کرتے ہوئے اور جناب مرحوم بشیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی کے لیے کام کریں اور مخالفوں کی سازشوں سے خبردار رہیں۔ رپورٹ: ماسٹر حشمت اللہ سیکرٹری نشرواشاعت، انجمن صوفیہ نوربخشیہ کارگل، لداخ، انڈیا

## تعزیتی اجلاس

خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ گلگت میں مولانا عبدالرحیم صاحب صدر انجمن کی صدارت میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں معروف نوربخشی سکالر علامہ غلام حسین نورانی کی اچانک وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم ملت نوربخشیہ کے مشہور سکالر اور محکمہ ایجوکیشن گلگت میں نہایت ہی دیانتدار آفیسر تھے۔ مرحوم حال ہی میں ڈائریکٹر ایجوکیشن آفیسر کے عہدے سے تبدیل ہو کر کالج آف ایجوکیشن گلگت میں بحیثیت پرنسپل تعینات ہوئے تھے۔ مرحوم نے وطن عزیز پاکستان اور ملت نوربخشیہ کی خدمات سرانجام دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ عرصہ دراز سے علیل تھے اور اچانک دل کا دورہ پڑنے سے رحلت کر گئے۔ مرحوم کے حق میں انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کی طرف سے فاتحہ خوانی اور ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا۔ علماء کرام نے مرحوم کی ملی خدمات کو سراہتے ہوئے عقیدت کے کلمات سے یاد کیا۔ مولانا شکور علی انور میر واعظ خانقاہ ہذا نے ان کی علم دوستی اور دینی خدمات کے خدامت کی تعریف کرتے ہوئے ان کی اچانک موت پر دکھ اور غم کا اظہار کیا۔ ایک عالم کی موت پورے عالم کی موت ہوتی ہے۔ جس سے تمام انسانوں کا متاثر ہونا یقینی بات ہے۔ اجلاس کے آخر میں مرحوم کے حق میں دعا کی گئی۔ رپورٹ: مولانا شکور علی انور

## حضرت ابوالعرفان کی جنازے میں شرکت

حضرت ابوالعرفان محمد بشیر صاحب کا انتقال پر ملال اسلام آباد میں ہوا۔ میت کو تدفین کے لیے آبائی گاؤں براہ بلتستان لایا گیا۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کے زیر اہتمام تمام معتقدین اور پیروکاران نوربخشیہ کی کثیر جماعت نے جس میں محمد جعفر صاحب سینئر وزیر، کونسلر محمد اسماعیل صاحب، مولوی عبدالرحیم صاحب، مولانا شکور علی انور صاحب نے جگلوٹ گلگت مقام پر جا کر نماز جنازے کا فریضہ ادا کیا۔ ۱۹ مارچ کی صبح چھ بجے علامہ ابوالعرفان رحمۃ اللہ کی میت جگلوٹ پہنچی تو معتقدین کی کثیر تعداد نے آنسوؤں اور سسکیوں کے ساتھ استقبال کیا۔ مولانا شکور علی انور نے نماز جنازہ پڑھائی اور مغفرت کی دعا کی اور لواحقین کو تعزیت کا پیغام پہنچایا اور لبریز آنکھوں اور سسکیوں کے ساتھ میت کو سکردو روانہ کرتے ہوئے الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رپورٹ: مولانا شکور علی انور

## فاتحہ خوانی کی تقریب

خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ گلگت کے زیر اہتمام حضرت علامہ ابوالعرفان علامہ محمد بشیر کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی کا باقاعدہ بندوبست کیا گیا۔ تمام فرزندان توحید اس دعائیہ اور فاتحہ خوانی کی تقریب میں شریک ہوئے اور علامہ مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کی اور لواحقین کو صبر واستقامت کا پیغام دیا۔ مرحوم کے ارادتمندوں نے

فاتحہ خوانی کی تقریب تین دن مسلسل جاری رکھی اور مسلسل دعاؤں سے اللہ تعالی کی درگاہ میں استدعا کی کہ علامہ مرحوم قوم و ملک اور اہل تصوف کا عظیم سرمایہ تھے جو منشاء خداوندی کے تحت اٹھالیے گئے جس پر پوری ملت سوگوار ہے۔تمام احباب دست بدعا تھے کہ علامہؒ مرحوم کو اللہ تعالی اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے اور پوری ملت صوفیہ نوربخشیہ کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔آمین! رپورٹر: مولانا شکور علی انور گلگت

## تعزیتی اجلاس

۲۰ مارچ بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ گلگت میں ایک عظیم الشان تعزیتی جلسہ جناب مولانا شکور علی انور صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔فرزندان توحید کے ایک جم غفیر نے شرکت کی۔محترم نور حسین نظامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اجلاس میں کاچو محمد علی صاحب،مولانا عبد الرحیم صاحب،سید عارف حسین صاحب،عبد المجید صاحب،غلام رسول صاحب،محمد ایوب شکری صاحب،مولانا شکور علی انور صاحب کے علاوہ مختلف شرکاء مجلس نے اظہار خیال فرمایا۔مقررین نے حضرت ابوالعرفان محمد بشیرؒ کی یاد میں کلمات خیر کہے۔ ان کی علمی، ادبی اور مذہبی خدمات کو سراہتے ہوئے شواہد پیش کیے۔ جناب مولانا شکور علی انور نے ان کی ذاتی صلاحیتوں کو گلہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ علامہ مرحوم ہمہ وقت مصروف پیش رو تھے ۔ رپورٹر: مولانا شکور علی انور گلگت

## فاتحہ خوانی

گزشتہ دنوں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن علی پور کے زیر اہتمام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ علی پور میں حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیر اور الحاج فقیر محمد حسین (گلشن کبیر والے) کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔اہل تصوف کے کثیر تعداد نے فاتحہ خوانی میں شرکت کی۔تمام فرزندان توحید نے دونوں مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کی اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

رپورٹر: مظفر علی آخوند،سیکریٹری انفارمیشن

## فاتحہ خوانی

راولپنڈی اسلام آباد میں مقیم NYF سرموں کے زیر اہتمام ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر مرحوم کی ایصال وثواب کے لیے فاتحہ خوانی اور دعائے خیر کی اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔

رپورٹر: پریس سیکرٹری NYF سرموں

## فاتحہ خوانی

**NYF** کھرکوہ کے زیر اہتمام مسجد صوفیہ نوربخشیہ کھرکوہ کھرپونگ میں گلشن تصوف کے مجاہد، قائد انقلاب،محسن ملت صوفیہ نوربخشیہ، بانی نوائے صوفیہ جناب حضرت ابوالعرفان علامہ محمد بشیرؒ (مرحوم ومغفور) کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔جس میں علاقے کے سادات،علماء،سرکردگان،معززین،جوانوں اور نونہالوں نے شرکت کی۔سید محمد شاہ میر واعظ خانقاہ معلی نے علامہ صاحب کی دینی، علمی، ادبی اور سماجی خدمات کو سراہا۔آخر میں وطن عزیز کی خوشحالی،دین حقہ کی ترقی اور استحکام پاکستان کے لیے دعا مانگی گئی۔

رپورٹر: عاصی کھرکوی

## مختصر مختصر

☆ گزشتہ دنوں مدرسہ انوار العلوم صوفیہ نوربخشیہ براہ بالا میں عید میلاد النبیؐ مذہبی جوش وجذبے کے ساتھ منایا گیا۔تقریب کے مہمان خصوصی مولانا نثار حسین صاحب جبکہ صدارت کی نشست پر مولانا شیر علی حیدری جلوہ افروز تھے۔ رپورٹر: شہباز احمد

☆ نرسری کلاس کے طالب علم محمد مبین جن کا تعلق سرمیک سے تھا گزشتہ دنوں مچھری پل سے گاڑی کو جگہ دیتے ہوئے خود نیچے دریا کے خونی موجوں کی نذر ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب کی نظروں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو گئے۔محمد مبین اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے اور شاہ ہمدان مدرسہ کونداس میں زیر تعلیم بھی تھے۔اہل علاقہ نے تین گھنٹہ کے لیے روڈ ہر قسم کی ٹریفک کے لیے احتجاجاً بند رکھا۔اور ذمہ داروں کے خلاف ضروری کاروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

رپورٹر: اقبال حیدر تکسوی

☆ میں ان تمام افراد کا تہہ دل سے مشکور وممنون ہوں جنہوں نے میرے ہر دلعزیز لخت جگر محمد مبین کی حادثاتی موت پر بذریعہ ٹیلی فون، ایس ایم ایس، ای میل اور گھر تشریف لا کر تعزیت کی۔لہذا نوائے صوفیہ کی وساطت سے تمام افراد کو شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

رپورٹر محمد صادق سرمیکی، حال گلگت

☆ ہیومن ویلفیئر آرگنائزیشن تلس گلگت یونٹ کا ایک تعزیتی اجلاس صدر علی محمد کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں پیش امام بوا حیدر تلس گین کھور کی وفات اور محمد حسین سرمیکی کی حادثاتی موت پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا۔ مرحومین کی مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ رپورٹر: اقبال حیدر، گلگت

☆☆☆☆☆

## تقریبات حلف برداری

☆ گزشتہ دنوں NYF عوامی کالونی کورنگی یونٹ کراچی کے زیر اہتمام حلف برداری تقریب 2015/16 منعقد ہوئی جس میں کراچی ڈویژن کے ممبران اور ACK کورنگی کے صدر انجمن وہ دیگر اراکین نے شرکت کی اور کثیر تعداد میں NYF کے جیالوں نے شرکت کی۔ صدر انجمن جناب حافظ غلام علی نے نئی کابینہ کے عہدیداروں سے حلف لیا۔ نیاز علی صدر، محمد صادق نائب صدر، صائم تبسم جنرل سیکریٹری، مظفر علی، ڈپٹی جنرل سیکریٹری غلام حیدر، ایجوکیشن سیکریٹری محمد رضوان، ناظم اجلاس مظاہر حسین، فنانس سیکریٹری محمد حسنین، ڈپٹی فنانس سیکریٹری خرم، انفارمیشن سیکریٹری یوسف علی، آفس سیکریٹری محمد اویس، ڈپٹی آفس سیکریٹری۔ رپورٹر: صائم تبسم

☆ گزشتہ دنوں میلاد مصطفیٰ ﷺ اور شاہ سیدؒ کانفرنس کے اختتام پر سنٹرل یونٹ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن لاہور کی نئی کابینہ کی تشکیل نو اور تقریب حلف برداری منعقد ہوئی۔ صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پنجاب ڈویژن جناب غلام علی اور سابق صدر NYF لاہور ڈاکٹر اقبال حیدر نے نئی کابینہ سے حلف لیا۔ صدر: ممتاز حسین، نائب صدر: محمد ایوب شگری، جنرل سیکرٹری: ڈاکٹر مظفر علی، نائب جنرل سیکرٹری: محمد سلیم، فنانس سیکرٹری: انور حسین نورانی، نائب فنانس سیکرٹری: معراج رضا، سیکرٹری اطلاعات ونشریات: انجینئر محمد آصف سکساوی، نائب سیکرٹری اطلاعات ونشریات: سکندر حیات تھلوی، سیکرٹری ایجوکیشن: غلام عباس، نائب سیکرٹری ایجوکیشن: اختر حسین، آفس سیکرٹری: شرافت علی، نائب آفس سیکرٹری: انجینئر بشارت علی مچلوی

رپورٹر: انجینئر محمد آصف

☆ این۔ وائی۔ ایف ماڈل ٹاون یونٹ کا قیام جنوری 2015 میں شاہ سید ہوسٹل لاہور میں عمل میں لایا گیا۔ صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پنجاب ڈویژن جناب غلام علی نے ماڈل ٹاون یونٹ کی کابینہ سے حلف لیا اور سب کو مبارک باد دی۔ کابینہ کے نام: صدر: محمد اویس قرنی، نائب صدر: انور حسن انوری، جنرل سیکرٹری: امتیاز علی، نائب جنرل سیکرٹری: محمد ابراہیم عاشور، فنانس سیکرٹری: فرحان علی، نائب فنانس سیکرٹری: محمد شریف، سیکرٹری اطلاعات ونشریات: دلشاد کھرکوی، نائب سیکرٹری اطلاعات ونشریات محمد سہیل کریمی، سیکرٹری ایجوکیشن: محمد آصف، نائب سیکرٹری ایجوکیشن: افتخار بلغاری، آفس سیکرٹری: حافظ عرفان علی بیوی، نائب آفس سیکرٹری: محمد سلیم۔ رپورٹر: دلشاد کھرکوی

☆ گزشتہ دنوں NYF کورنگی یونٹ کراچی کی نئی کابینہ کی تقریب حلف برداری ہوئی۔ تقریب میں جناب حافظ غلام علی صاحب، جناب بکھو علی اور الیاس شاہی شریک تھے۔ نئی کابینہ کے ارکان: صدر نیاز علی، نائب صدر محمد صادق، جنرل سیکرٹری صائم تبسم، ڈپٹی جنرل سیکرٹری مظفر علی، ایجوکیشن سیکرٹری غلام حیدر، ناظم اجلاس محمد رضوان، پریس اینڈ انفارمیشن سیکرٹری خرم، فنانس سیکرٹری محمد اویس، ڈپٹی فنانس سیکرٹری محمد حسنین، آفس سیکرٹری یوسف علی، ڈپٹی آفس سیکرٹری مظاہر حسین۔ رپورٹر: خرم

☆ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ جی سیون فور اسلام آباد میں این وائی ایف اسلام آباد یونٹ کے زیر اہتمام محفل ذکر مصطفیٰ منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت مفتی اعظم جناب علی محمد ہادی نے کی جبکہ مہمان خصوصی کے عہدے پر جناب سید نواز حسین شگری جلوہ افروز تھے۔ اعزازی مہمان جناب بوا رستم علی تھے۔ مولانا عبدالسلام حیدری، مولانا علی محمد محمدی مولانا سیف اللہ، مولانا محمد اسحاق، حافظ ذاکر علی، مولانا افضل شگری، مولانا انور علی تھلوی، مولانا نورالحسن بت شکن اور مولانا ابراہیم بیگ بھی محفل میلاد میں شریک تھے۔ نعتیہ مقابلے میں پہلی پوزیشن واصف علی واصف، دوسری پوزیشن سجاد اور تیسری پوزیشن ثاقب نے حاصل کی۔ ایڈووکیٹ دلشاد علی حیدری نے این وائی ایف اسلام آباد یونٹ کے نئے کابینہ کا حلف لیا: صدر غلام حسن، نائب صدر محمد اعجاز، جنرل سیکرٹری محمد ابراہیم، ڈپٹی جنرل سیکرٹری ذاکر جر جانی،

فنانس سیکرٹری زمرد حسین، ڈپٹی فنانس سیکرٹری محمد اظہر شگفتی، ایجوکیشن سیکرٹری حسنین علی، ڈپٹی ایجوکیشن سیکرٹری نور علی، انفارمیشن سیکرٹری مبارک علی، ڈپٹی انفارمیشن سیکرٹری شاہد حسین، آفس سیکرٹری ذاکر علی، ڈپٹی آفس سیکرٹری محمد شمیم، لائبریری انچارج رستم علی۔

رپورٹر: مبارک علی انفارمیشن سیکرٹری

☆ یوچنگ ملت اسٹوڈنٹس فیڈریشن کراچی یونٹ کی کابینہ برائے 2015 کی تقریب حلف برداری یوچنگ ہاؤس کراچی میں منعقد ہوئی تقریب میں جناب نور امین صاحب اور خواجہ محمد یوسف صاحب بھی شریک تھے۔ نور امین نے کابینہ برائے سال 2015 سے حلف لیا۔ چیئرمین محمد بشیر نوازی، صدر محمد افضل، جنرل سیکریٹری محمد علی، فنانس سیکریٹری شیر علی، ایجوکیشن سیکریٹری محمد اسحاق، پریس سیکریٹری انور حنیف، رابطہ سیکریٹری شرافت حسین۔

رپورٹر: پریس سیکریٹری انور حنیف

☆ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن علی پور یونٹ کی کابینہ برائے سال 2015-2017 کی تقریب حلف برداری گزشتہ دنوں مدرسہ شاہ ہمدان علی پور میں منعقد ہوئی۔ تقریب میں انجمن کے رکن موسیٰ علی ہمدانی تعلیمی کمیٹی کے ممبران اور سابقہ این۔ وائی۔ ایف علی پور یونٹ کے ممبروں نے شرکت کی۔ جناب موسیٰ علی ہمدانی نے نئی منتخب اراکین سے حلف لیا: صدر عبدالرحیم سکساوی، نائب صدر سجاد حسین، جنرل سیکریٹری ظفر علی آخوند، ڈپٹی جنرل سیکریٹری محمود علی، فنانس سیکریٹری محمد نواز، ڈپٹی فنانس سلیم شگری، انفارمیشن سیکریٹری مظفر علی آخوند، سینئر ڈپٹی انفارمیشن شہباز قلندر، ڈپٹی انفارمیشن ریاض حسین، آفس سیکریٹری عارف حسین، ڈپٹی آفس سیکریٹری عامر براہوتی، ایجوکیشن سیکریٹری مختار علی، سینئر ڈپٹی ایجوکیشن سیکریٹری گلزار احمد، ڈپٹی ایجوکیشن سیکریٹری یاسر علی۔

رپورٹر: مظفر علی آخوند، سیکریٹری انفارمیشن

## اعتکاف نشینی

گذشتہ دنوں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کورنگی کراچی میں روحانی استاد رستم علی انجم صاحب کی نگرانی میں تین روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام کیا گیا۔ معتکفین نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور روحانی فیضیاب ہوئے۔ اعتکاف کے اختتامی جلسے میں علماء کرام اور تصوف کے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اس موقع پر یونٹ کے نوجوانوں نے بہترین انتظامات کیے۔

رپورٹر: محمد صادق

## استقبالیہ

یوچنگ ملت اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام گاؤں سے نئے آنے والے طالب علموں اور خطیب جامعہ مسجد صوفیہ نوربخشیہ بوانور امین صاحب کے لئے ایک استقبالیہ پارٹی کا اہتمام کیا۔ پارٹی میں گاؤں سے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور تنظیم کے ساتھ تعاون پر خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا۔

رپورٹر: انور حنیف

## سالانہ اجلاس

انجمن فلاح و بہبود تر کری گون نرموں کراچی رجسٹرڈ کا سالانہ بجٹ اجلاس ۲۰۱۴ء مرکزی آفس منظور کالونی کراچی میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں کراچی میں موجود اہلیان تر کری گون نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ جبکہ مہمان خصوصی حوالدار محمد ابراہیم صاحب تھے۔ علی درویش فنانس سیکریٹری نے انجمن کی سالانہ کارکردگی رپورٹ ۲۰۱۴ء پیش کیے۔ اجلاس سے جناب حوالدار محمد ابراہیم، غلام محمد، ریاض حسین، محمد عبداللہ، مولانا محمد موسیٰ، مولانا سلیمان ساجد، حاجی محمد علی، صدر محمد جان کے علاوہ دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ اجلاس میں نئی کابینہ کا چناؤ بھی عمل میں لایا اور سب کی متفقہ رائے سے جناب غلام محمد کو نگران اعلیٰ، محمد جان صدر، ریاض حسین نائب صدر، غلام نبی شاہین جنرل سیکریٹری، محمد ابراہیم ساجن نائب جنرل سیکریٹری، محمد عبداللہ خازن، محمد علی ماہجہ سیکریٹری نشر و اشاعت اور علی درویش سیکریٹری اجلاس منتخب ہوئے۔

رپورٹر: محمد علی پریس سیکریٹری

## عید میلاد النبی ﷺ و تعلیمی سیمینار

NYF کراچی کے زیر اہتمام "عید میلاد النبی ﷺ و تعلیمی سیمنار" 2015 منعقد کی گئی۔ جس کی صدارت جناب شاہ حسین کبیر صاحب کرنے کی۔ محفل میلاد میں جناب مولانا رستم علی انجم صاحب، جعفر علی صاحب، ڈاکٹر حیدر صاحب، علی زیدی صاحب، قاری ابراہیم صاحب، بوا حلیم صاحب کے علاوہ علمائے کرام نے شرکت کیں۔ آ صف لائی نے نعتیہ مقابلے میں پہلی پوزیشن حاصل

کی۔تقریب کے آخر میں سال ۲۰۱۴ میں بہترین کارکردگی دکھانے والے کارکنوں کے لئے ایوارڈ دیے گئے۔ جبکہ سال ۲۰۱۴ میں فارغ التحصیل طلبہ اور نعت خوانوں کو سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا۔

صدر و اراکین NYF کراچی ڈویژن

## الحاج فقیر محمد ابراہیم کا دورہ علی پورا اسلام آباد

NYF ویمن علی پورا اسلام آباد کے بے حد اصرار پر الحاج فقیر محمد ابراہیم نے مدرسہ شاہ ہمدان علی پور کا دورہ کیا۔ ارکان NYF ووٗمن ونگ زاہد و ابراہیم، عبرین انصاری، ناکلہ علی، ناہید و بتول، زہرہ ابراہیم اور دیگر ارکان نے بوا فقیر صاحب سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور شکریہ ادا کیا۔ محترم بوا فقیر نے مسائل و شکایات کے حل پر فوری عملدرآمد کرنے کی یقین دہانی کرائی اور ہر مسئلے پر ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات اور اس کی ضرورت و اہمیت پر اپنے زرین خیالات سے حاضرین محفل کو فیضیاب کیا اور خواتین کے مسائل کے جوابات دیئے۔ اور دعائے خیر کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔

زہرہ ابراہیم

## اظہار تشکر

این وائی ایف کراچی ڈویژن جناب مولانا رستم علی انجم صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود کراچی کا دورہ کر کے ملت نوربخشیہ کے عوام کی روحانی تربیت کے خاطر اعتکاف کے پرنور محافل کا انعقاد کیا۔ اللہ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔

صدر و اراکین NYF کراچی ڈویژن

## عید میلاد النبی ﷺ

NYF وٗمن ونگ اسلام آباد کے زیر اہتمام مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ علی پورا اسلام آباد میں جشن عید میلاد النبی ﷺ نہایت عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز حافظ عارفہ نے کلام پاک کی پُرسوز آواز میں تلاوت سے کیا۔ ننی بچیوں کے گروپ نے وقتاً فوقتاً درود و سلام کے پھول نچھاور کیے جس نے محفل کو رونقیں بخشی۔ نعت رسول مقبول کا شرف انعام حسین انصاری، ذکیہ، حبیب، ثمینہ اور نور طاہرہ نے حاصل کیا۔ صوفیہ نوربخشیہ روحانی نعروں کا حاضرین محفل نے بھرپور جواب دیا اور محفل کی رونق کو چار چاند لگا دیے۔

زہرہ ابراہیم

☆☆☆☆☆

## وصولیات

نوائے صوفیہ شمارہ نمبر 118، 119، 120 اور 121 کی فروخت سے حاصل شدہ آمدن کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

| نمبر شمار | نام | بذریعہ | رقم |
|---|---|---|---|
| 1 | انوریشنری حیدرآباد دا غونی | | 1,000/- |
| 2 | صوبیدار حسین گمبہ بلوغنگ خپلو | بوا سلو | 1,000/- |
| 3 | یعقوب سکردو | بوا سلو | 400/- |
| 4 | صوفی محمد حسین، شمارہ 118 | بوا سلو | 500/- |
| 5 | جمیل داغونی، شمارہ 118 | | 630/- |
| 6 | جی ایم شاہین نمائندہ علی پور، شمارہ 116 تا 118 | ظفر علی | 3,080/- |
| 7 | چکری نمائندہ، شمارہ 119-118 | سلیم تصوفی | 2,300/- |
| 8 | واہ کینٹ نمائندہ، شمارہ 119 | سلیم تصوفی | 800/- |
| 9 | اسلام آباد مسجد سے شمارہ 119 | شبیر معروف | 2,020/- |
| 10 | ڈاکٹر محمد علی شاہد | سلیم تصوفی | 500/- |
| 11 | الیاس بٹ نمائندہ سکردو | سلیم تصوفی | 10,000/- |
| 12 | جامع داغونی | سلیم تصوفی | 6,000/- |
| 13 | مسجد کے کمروں سے | سلیم تصوفی | 1,200/- |
| 14 | بوا شکور علی انور گلگت | سلیم تصوفی | 1,000/- |
| 15 | بوا شکور علی انور گلگت | غلام حسین | 1,620/- |
| | کل میزان | | **32,050/-** |

نوٹ: ادارہ ہذا تمام نمائندوں، قارئین اور خریداروں سے گزارش کرتے ہیں کہ رسالہ کی بروقت اشاعت کے لیے واجب الادا رقم جلد از جلد ارسال کریں۔

# مرثیہ حضرت علامہ ابوالعرفان علامہ محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ

غازی محمد نعیم

ہو گیا ہے ملتِ بیضا کا آب و تاب ختم
علم و عرفاں کا ہوا ہے ایک روشن باب ختم

تپتے صحرا میں ترستے رہ گئے اہلِ طلب
اُن کی چھاگل میں ہوا تائید کا برفاب ختم

مرحلہ اب تلخیٔ تعبیر کا درپیش ہے
ہو گیا ہے اہلِ دین و دل کا شیریں خواب ختم

اُن کے مٹنے سے ہوا ہے تیرہ رُوئے آفتاب
اُن کے جانے سے ہوا ہے دورۂ مہتاب ختم

رہ گئے بس پاس ہستی کے پلاس و بوریا
ہو گئے اس کے حریر و اطلس و کمخواب ختم

سنگریزے رہ گئے ہیں دامنِ تدبیر میں
ہو چکا ہے اعتبارِ گوہرِ نایاب ختم

بہہ گیا ہے آنکھ کے پانی میں سامانِ سُرور
رہ گیا ہے ہو کے لطفِ صحبتِ احباب ختم

وہ نہیں موجود تو اب زینتِ منبر کہاں
وہ نہیں باقی تو ہے زیبائشِ محراب ختم

جم گئی گردِ یتیمی رُوئے طفل و پیر پر
ہو گئی آرائشِ دلہائے شیخ و شاب ختم

رہ گیا بہتا یونہی کو آبِ رُودِ زندگی
ہو گئے سب اُس کے لیکن موج اور گرداب ختم

ہو گئے مفہوم سے عاری سب الفاظ و حروف
ہو گئے ہیں اُن کے سب حرکات اور اعراب ختم

آبِ سادہ پر گزارہ اب کرے گی زندگی
ہو چکی ہے اُس کے شیشے سے شرابِ ناب ختم

آنکھ بھر کر اب نہ دیکھے گا مگر ہم کو عدو
ہو نہ پائے گا تری دانش کا رعب و داب ختم

ٹوٹتے ہیں کیا چٹانوں کی طرح مضبوط لوگ
کس طرح ہو جاتے ہیں فولاد سے اعصاب ختم

اب نہیں ہو گا دلوں کی خشک سالی کا علاج
کو نہ ہو گا اب کسی کی آنکھ کا سیلاب ختم

جا چکے دنیا سے علامہ ابوالعرفاں بشیر
فضل والو! کر دو اپنے کنیت و القاب ختم

قلبِ مضطر ہو چکا ہے تھک کے یکسر مضمحل
ہو چکا ہے اضطرابِ عالمِ سیماب ختم

مرحلہ غازیؔ سکوتِ مرگ کا درپیش ہے
ہو گیا ہے شور و غوغائے دلِ بے تاب ختم

☆☆☆☆☆